ماهنامه

المرشد

محمد رسول الله

مئی

2007ء

قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

صدارتی ریفرنس..... جوڈیشل کونسل سے سپریم کورٹ تک!

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

نفاذ اسلام اور تاریخ عالم: آج کے دور کا ایک سوال یہ بھی ہے کہ تاریخی اعتبار سے عملی طور پر صرف خلافت راشدہ کے عہد میں اسلام نافذ رہا بعد کا سارا زمانہ اس سے خالی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا بھلا آج کیسے ممکن ہے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اسلام اللہ کا دیا ہوا نظام حیات کامل و مکمل سیاسی، معاشی، اخلاقی اور دینی ہر اعتبار سے ساری انسانیت کے لئے سارے زمانوں اور سب ممالک کے لئے ہے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ آج کے عہد کی ضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اسلام کبھی بھی انسانیت کو ایک خوبصورت فلاحی، پرامن اور انصاف پر مبنی معاشرہ دینے کا اہل نہ تھا ظاہر ہے ایسا کرنا کسی بھی طرح ممکن نہیں کہ ساری دنیا جل رہی تھی جب ظہور اسلام ہوا اور روئے زمین پر سے ظلم مٹا کر عدل و انصاف قائم کر کے اسلام نے دکھا دیا تو یہ کہنا کہ تب تو ٹھیک ہے اب اسلام ایسا نہیں کر سکتا اس لئے درست نہ ہوگا کہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ یہ خدائی قانون ہے اور ہمیشہ کے لئے ایک سا مفید ہے تو اس کا انکار سارے اسلام کا انکار ہوگا اس پر یہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ کہتی ہے خلافت راشدہ کے بعد عملاً اسلام کہیں نافذ نہیں رہا۔ مسلمانوں کی حکومتیں تو تھیں مگر اسلامی حکومتیں نہ تھیں تو یہ درست نہیں اور تاریخ یہود کی سازش کا شکار رہے ورنہ پہلے کی بات چھوڑیں جب تاتاریوں کا طوفان مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا مصر میں بیبرس کی حکومت اسلامی تھی جس نے مشہور تاتاری جرنیل کو شکست فاش دی اور اس کے بدن کے ٹکڑے شہر کے دروازوں پر لٹکا کر باطل کی شکست کا نظارہ پیش کیا۔ ہندوستان پر سلطان التمش کی حکومت اسلامی حکومت تھی حتیٰ کہ ہلاکو خان کو سندھ کا دریا عبور کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ اورنگ زیب عالمگیر تک آیئے تو فتاویٰ عالمگیری آج بھی ریاستی قانون کی دستاویز کے طور پر موجود ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ درمیان میں ہر قسم کے لوگ بھی آئے ایسے ایسے بدنصیب بھی جنہوں نے اسلامی قانون کی پرواہ نہ کر کے اپنی مرضی سے بھی حکومت کی مگر یہ کہنا درست نہیں کہ اسلامی حکومت نہیں رہی۔

اداریہ

صدارتی ریفرنس...... جوڈیشل کونسل سے سپریم کورٹ تک!

حکومت پاکستان نے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے خلاف ریفرنس ''سپریم ڈیشل کونسل'' میں دائر کیا تھا لیکن غیر فعال چیف جسٹس نے ''سپریم جوڈیشل کونسل'' پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اپنا کیس سپریم کورٹ میں لے گئے ہیں جہاں انہوں نے عدالت عظمی سے استدعا کی ہے کہ ان کے خلاف صدارتی ریفرنس' قائم مقام چیف جسٹس کی حلف برداری اور سپریم جوڈیشل کونسل کی تشکیل کے کیس کی سماعت سپریم کورٹ کا فل بینچ کرے۔

اس درخواست پر سپریم کورٹ کے جسٹس سردار محمد رضا خان کی سربراہی میں عدالت عظمی کے فل بنچ نے صدر مملکت' وفاق پاکستان اور سپریم کورٹ کو نوٹس جاری کر دیئے ہیں۔ غیر فعال چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو انصاف سپریم کورٹ کے فل بینچ سے ہوتا دکھائی دے رہا ہے جبکہ حکومت ''سپریم جوڈیشل کونسل'' سے فیصلہ لینا چاہتی ہے۔

پاکستان کی بہت بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ پچھلے ۵۹ سال میں چھوٹی بڑی عدالتوں نے حکومت کی مرضی اور خواہش کے خلاف بہت کم فیصلے دیئے ہیں اس کے علاوہ سفارش اور رشوت بھی عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتی رہی ہے۔ ہمارے ہاں یہ مثل تو بہت مشہور ہے کہ ''وکیل کرنے کی بجائے جج کر لیا جائے''۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے ہاں ایسے جج بھی رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو ضمیر کے خلاف فیصلے نہیں کرتے مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

غیر فعال چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری پہلے چیف جسٹس نہیں ہیں جن کیخلاف حکومت نے یہ اقدام اٹھایا ہے مگر وہ پہلے چیف جسٹس ضرور ہیں جنہوں نے اپنے خلاف کئے گئے اقدام پر بھرپور آواز اٹھائی ہے۔ وطن عزیز کی عدالتیں اور کچہریاں ایسے غریب اور کمزور سائلوں سے بھری پڑی ہیں جو سالہا سال سے انصاف اور اپنے حق کے لئے دھکے کھاتے پھرتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں۔ ایسے لوگ وکلاء کی فیسیں' منشیانہ' کورٹ فیس اور دیگر واجبات ادا کرنے کے باوجود سردی و گرمی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہماری عدالتی اور سیاسی تاریخ کا یہ اہم ترین موڑ ہے کہ آج ''چیف جسٹس'' پاکستان خود حصول انصاف کے لئے اس ادارے سے براہ راست رجوع کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جس کے وہ اس وقت بھی سربراہ ہیں اس سے ہی ہمارے ملک میں انصاف کی صورتحال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انصاف دینے والے آج سائل بن کر اپنے لئے انصاف کی دہائی دے رہے ہیں۔ خدا کرے سپریم کورٹ اور سپریم جوڈیشل کونسل کسی دباؤ کے بغیر انصاف کرے تاکہ ملک بھر کی عدالتیں ان کے اس اقدام کی تقلید کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی قومیں ترقی کرتی اور دوام حاصل کرتی ہیں جن کی بنیاد انصاف پر ہوتی ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

سمندر شوق میر کارواں ہے
یہ عاصی پھر تیرے در کو رواں ہے

بدن گرناتواں بھی ہے تو کیا غم
میرا ذوق زیارت تو جواں ہے

ہوئی طاعت مقدم قربتوں پر
محبت کا انوکھا امتحاں ہے

فضا روشن ہے جس کی نغمگی سے
تیری مسجد کی آواز اذان ہے

تیرے ناقے کی راہیں میرے آقا
زمیں کی خوبصورت کہکشاں ہے

فنائے تام ہو میرا مقدر
تیرا در میری منزل کا نشاں ہے

زمیں کب تھی تیرے مسکن کے قابل
یہ ٹکڑا ارض جنت بے گماں ہے

نہیں روشن جو تیری یاد سے دل
وہ پتھر ہے جو سینے میں نہاں ہے

بنایا شیخ نے سیماب کو کیا
محبت کا تیری سیل رواں ہے

اقوالِ شیخ

☆ ...... ''اب یہ جو یقین ہے نا جسے آپ ایمان سے تعبیر کرتے ہیں یہ دل کی ایک حالت کا نام ہے' شک بھی دل ہی کی ایک کیفیت کا نام ہے دنیا میں جس قدر لوگ محنت سے انسانی زندگی کے پہلوؤں پر قیادت حاصل کر لیتے ہیں سب کے پاس محض الفاظ اور تھیوری ہوتی ہے حالت نہیں ہوتی یعنی کوئی انجینئر ساری تھیوری یاد کر سکتا ہے۔لیکن ایک نگاہ سے دیکھ کر کسی کو انجینئر نہیں بنا سکتا اور آپ ﷺ میں یہ کمال تھا اور ہے کہ بیک نگاہ ہر کسی کو صاحب کمال بنا دیتا ہے۔

☆ ...... ''قرآن حکیم نے جو تصور نبوت اور رسالت کا دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی صرف اس لئے مبعوث ہوا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دے اور اللہ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی عبادت سے روک دے اللہ جل شانہ کے ساتھ اللہ کے بندوں کا تعلق پیدا کرے اور دنیا کی زندگی میں رہنے کے طریقے سکھائے' جو اللہ نے ارشاد فرمائے ہیں' جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی رضا نصیب ہو اور اس کی دائمی اور محروم زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو۔''

☆ ...... ''تلاوت کتاب کا ایک مستقل اثر یہ ہے کہ ایمان میں پختگی آتی ہے اور اس کے سبب عبادات پر طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔عبادت کی شرط ایمان ہے جتنا کسی کا پختہ یقین ہوگا آخرت پر' اتنے ہی خلوص اور اتنے ہی لگن کے ساتھ وہ رکوع سجود کرے گا اور اگر آخرت پر یقین میں کمی واقع ہو جائے تو رسم رہ جاتی ہے' عبادت نہیں رہتی۔

☆ ...... ''قرآن کا موضوع حکایات نہیں ہیں' نہ یہ تاریخ کی کتاب ہے نہ تاریخ اس کا موضوع ہے' قرآن کا موضوع ہے' حیات انسانی اور اس پر مرتب ہونے والے ابدی اثرات ونتائج' قرآن کا موضوع ہے' انسان اور اس کے خالق کا تعلق ان کی نوعیت و کیفیت جو بات بھی یہ بیان کرتا ہے یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بیان کرتا ہے کوئی واقعہ تاریخی بیان کرے یا کوئی حکم دے' کسی چیز سے روک دے یا کوئی مشورہ دے کوئی کام کرنے کا کہے یا کسی کام سے منع فرمائے تو اس سب کا ماحصل جو ہوتا ہے وہ بندے کا رب سے تعلق ہوتا ہے وہ دیکھنا پڑتا ہے۔

بعثت عالی کا مقصد اور اسلام کی حقیقت

اسلام نہ میرے اور آپ کے انتخاب کا پابند ہے نہ ہماری حمایت کا محتاج۔ یہ دین برحق ہے، آخری دین ہے اور اُس وقت تک رہے گا جب قیامت قائم نہیں ہوتی۔ ہم اپنی بقا کے لئے اسلام کے محتاج ہیں۔ سیاست دان کو مفادات نہیں ملتے تو کہتا ہے پاکستان خطرے میں ہے۔ مولوی کو مفادات نہیں ملتے تو کہتا ہے اسلام خطرے میں ہے۔ نہ اسلام کو کوئی خطرہ ہے، نہ پاکستان کو کوئی خطرہ ہے۔ البتہ اسلام کو چھوڑ کر ہم خطرے میں ہیں!

8 اپریل 2007ء کو دارالعرفان منارہ میں

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان کا خصوصی خطاب

الحمدللّٰہ رب العٰلمین ٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وَّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین ٥

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم ٥

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم ٥

ھو الذی ارسل رسولہ، بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ، علی الدین کلہٖ وکفیٰ باللّٰہ شھیدا ٥

اللھم سبحنک لاعلملنا الاماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم ٥

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُروا

مجھے افسوس ہے ہمیں جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ میں نہیں چاہتا کہ جب پورے ملک میں ایک فساد اور دارو گیر کی فضا ہے تو اُس میں ہم بھی شریک ہوں دوسری بات ایک حد تک یہ بھی ہے کہ یہ سارے جلسے صرف ربیع الاول سے مختص ہو کر رہ گئے ہیں حالانکہ حضورﷺ کی ولادت باسعادت کی بات ہو یا بعثت عالی کی بات ہو تو یہ سارا سال ہوتی رہنا چاہئے آپﷺ کا روئے زمین پہ جلوہ افروز ہونا اور بحثیت خاتم المرسلین مبعوث ہونا یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ ایک مہینے میں یا ایک دن میں اُس کی بات کر کے اُس کی یادگار منا کے ہم فارغ ہو جائیں گے۔ یہ تو سارا سال ہر مہینے ہر لمحے اور اکثر ہوتے رہنا چاہیے تو ایک خیال یہ بھی تھا کہ ہم نے بھی اس جلسے کو ربیع الاول میں ہی مقید کر دیا ہے تو بہتر ہوگا کہ یہ چونکہ ایک رسم بن چکی ہے اب یہ ایک دینی فریضے کی بجائے رسم کے طور پر زیادہ منائی جاتی ہے کہ یہ ربیع الاول آ گیا تب حضورﷺ کی مدح وثناء کی جائے۔ حالانکہ

حضور ﷺ کی مدح وثناء آپ ﷺ پر درود آپ ﷺ کی مدح وثنا' آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی شہادت تو ہر اذان میں موجود ہے اور آپ ﷺ پر درود ہر نماز کا حصہ ہے تو ہر آن اور ہر لمحہ سال کے سارے مہینوں میں اور مہینوں کے سارے دنوں میں یہ ذکر خیر ہونا چاہئے۔ پہلے خیال سے یہ بات زیادہ وزن رکھتی ہے کہ چونکہ یہ اب دین سے آگے بڑھ کر ایک رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے اور ربیع الاول میں بے شمار لوگ شروع ہو جاتے ہیں اور پھر سارا سال کوئی نام نہیں لیتا' پھر یہ محفلیں برپا نہیں ہوتیں تو یہ بھی ایک خیال تھا۔ بہر حال اللہ کریم جو کرتے ہیں وہ بہتر ہوتا ہے اسی میں بہتری ہوگی انشاء اللہ اللہ کریم توفیق دے گا اور بہت اعلیٰ جلسہ ہوگا انشاء اللہ بعثت عالی کا اور اُس پہ بات ہوگی۔ میں نے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ یوں تو سارا قرآن اسی بات کی وضاحت کرتا ہے۔ شروع سے لیکر آخر تک بلکہ کلمہ اسلام لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ . اسلام میں جو داخلہ ہے وہی ساری بات صاف کر دیتا ہے آج ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس کے اپنے مسائل ہیں اور بالکل نئے مسائل ہیں۔

پہلے زمانے میں اسلام ہوتا تھا یا کفر ہوتا تھا لوگ مانتے تھے یا نہیں مانتے تھے۔ اب زمانے کی تبدیلی اور ذرائع اور وسائل کی تبدیلی نے بہت سی جدتیں پیدا کر دی ہیں۔ آج کے جس دور میں ہم جی رہے ہیں اس دور میں ایک نیا طبقہ وجود میں آیا ہے اور جسے ہمارے برائے نام دانشور روز افزوں ہوا دے رہے ہیں اُس میں روز اور ایندھن ڈالا جاتا ہے کہ اس آگ کو بھڑکایا جائے اور وہ یہ ہے کہ مذہب بجا عبادات درست' دین صحیح لیکن معاشرت اور معیشت اور دنیا کے ساتھ مل کر جینے کا جو طریقہ ہے وہ الگ ہونا چاہئے۔ دنیا کے ساتھ ہمیں مل کر رہنا ہے وہ ویسا ہونا چاہیے جیسا دنیا کا ہے۔ ٹیلی ویژن پہ روز یہ مباحثے اور مناظرے ہوتے ہیں اور اُس میں خصوصاً نوجوان نسل کو شریک کیا جاتا ہے۔ جنہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دین عبادات کا ایک مجموعہ ہے۔ اللہ پر ایمان اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان اور جو عبادات فرائض نوافل ہیں وہ ادا کر لئے اب باقی زندگی جو ہے آدمی کی جو بازار میں جیتا ہے' عدالتوں میں جاتا ہے' معاشرے میں رہتا ہے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے' ملتا جلتا ہے' اس ہر جگہ دین کو کہاں لئے لئے آپ پھریں گے۔ ساری دنیا تو دیندار نہیں ہے ساری دنیا تو مسلمان نہیں ہے تو اگر آپ ایسا کریں گے تو دوسرے عالم سے آپ کٹ جائیں گے' الگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا جو معاشرت یا جسے آج کے الفاظ میں تہذیب یا کلچر کا نام پہنایا گیا ہے تو یہ کلچر جو ہے یا تہذیب جو ہے یہ الگ ہو اور دین الگ ہو تو بڑی آسانی سے دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو کوئی حیرت کی بات نہیں کہ یہ اعتراضات یا اس طرح کی باتیں کیوں ایجاد ہوتی ہیں یہ تو

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حق کے ساتھ باطل ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے قابل حیرت بات یہ ہے کہ یہ بات ٹیلی ویژن پہ آتی ہے اور کسی طرف سے اس کی تردید نہیں آتی۔ اس کے مقابل بات نہیں کی جاتی خدا جانے لوگ کرتے نہیں یا یہ بھی اللہ ہی جانے کہ ٹیلی ویژن والے اُسے اہمیت نہیں دیتے' کاسٹ نہیں کرتے' نشر نہیں کرتے۔ اب پیچھے کیا وجہ ہے یہ تو اللہ کو معلوم ہوگا تو آج کی مجلس میں میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ وضاحت ہو جائے کہ بعثت عالی کا مقصد کیا ہے اور اسلام کیا چاہتا ہے ہم سے نیز اسلام ہے کیا؟

رب جلیل نے اس آیت کریمہ میں اپنی معرفت کا در کھول دیا ہے۔

تخلیق انسانی کا جب سوال پیدا ہوا کہ دنیا میں انسان کو کیوں پیدا کیا گیا تو حدیث قدسی میں ہے اللہ کریم نے فرمایا کُنتُ کنزاً مخفیاً۔ میری ذات ایک پوشیدہ خزانے کی مانند تھی۔ میری مخلوق تھی آسمان تھے' زمینیں تھیں' جانور تھے' درخت تھے' فرشتے تھے' ملائکہ تھے' جن بھی بستے تھے زمین پر تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے لیکن یہ ساری مخلوق میری ذات سے آشنا نہیں تھی۔ کسی مخلوق کو یہ استعداد نہیں دی گئی تھی کہ وہ خیمہ الوہیت میں جھانکے ساری مخلوق حکم سے واقف تھی۔ مانتی تھی یا نہیں مانتی تھی! فرشتے سراپا اطاعت تھے تو حکم سے واقف تھے' ذات باری کی طرف نگاہ اٹھانے کی جرات نہیں رکھتے تھے۔ یہ سوال نہیں کر سکتے تھے کہ اللہ کون ہے اللہ کیسا ہے اللہ کہاں ہے۔ یہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ حق ہے۔ شیاطین تھے اور وہ یہ نہیں سوال کر سکتے تھے۔ جن تھے اور یہ سوال وہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ استعداد ہی نہیں تھی کسی میں سوال تو وہ کرتا ہے جس میں کسی چیز کی استعداد ہوتی ہے پھر اُس کی طلب اندر سے اٹھتی ہے' پھر تلاش و جستجو نکلتی ہے کہ یہ چیز کہاں ہے۔ ہے تو سہی لیکن کیسی ہے کہاں ہے تو جب تک اندر اُس کی استعداد جاننے کی نہ ہو' اندر سے سوال نہ اٹھے تو لب پہ نہیں آتا۔ تو فرمایا اس ساری مخلوق میں میری ذات ایک پوشیدہ خزانہ تھی۔

فاحببتُ ان اعرف ۔ مجھے یہ بات بڑی پسند آئی کہ کوئی مجھے پہچانے۔ کوئی مجھے جانے۔ کوئی مجھے دیکھے۔ کوئی مجھے سمجھے اور جب وہ مجھے جانے گا' جب اُس پر میری معرفت عیاں ہوگی' جب وہ مجھے پہچانے گا تو پھر میں دیکھوں گا کہ وہ کس طرح مجھ پہ فدا ہوتا ہے وہ کتنا دیوانہ ہوتا ہے وہ کس طرح مجھ پہ نثار ہوتا ہے۔ وہ کس طرح اپنا سب کچھ لٹاتا ہے میرے لئے۔ فاحببت ان اعرف۔ میں نے چاہا کوئی مجھے بھی چاہے۔ کوئی تو ایسا بھی ہو جو میری ذات کا طالب ہو کوئی تو ایسا بھی ہو جو میرا چاہنے والا ہو صرف میرا حکم ماننے والا ہی نہ ہو' میرا چاہنے والا ہو۔ فخلقتُ الخلق۔ میں نے نوع انسانی کو پیدا کر دیا اور انہیں وہ قوت واستعداد دے دی۔ یہ معرفت کی قوت واستعداد جو نبی آدم کو دی گئی اس کا منبع و مصدر ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام۔ جس طرح چراغ ہو اُس میں بتی بھی رکھی ہو اُس میں تیل بھی ہو لیکن وہ روشنی نہیں دیتا جب تک اُسے دیا سلائی نہ دکھائی جائے۔ ہر پیدا ہونے والے بچے میں وہ چراغ بھی رکھ دیا تیل بھی ڈال دیا' بتی بھی رکھ دی۔ لیکن روشنی کے لئے اُسے نبی کا محتاج کر دیا۔ نور نبوت سے وہ دیا وہ چراغ روشن ہوگا جب نبی پر ایمان لائے گا تو معرفت توحید کا در کھلے گا۔

کلُ مولد یولدُ علیٰ فطرۃ ۔ ہر پیدا ہونے والا فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے پھر جب معاشرے میں آتا ہے تو پہلے والدین سے سابقہ پڑتا ہے۔ ثم ابوہُ یھودانہٖ اویمجسانہٖ اوینصرانہُ. او کما قال رسول اللہ ﷺ . پھر جب اُس کا واسطہ اپنے والدین سے پڑتا ہے' معاشرے سے پڑتا ہے تو وہ لوگ جس ڈگر پر ہوتے ہیں اُس ڈگر پر اُسے بھی چلا دیتے ہیں لیکن کوئی خوش نصیب اگر یہ بندھن توڑ کر نور نبوت تک پہنچتا ہے تو ہر پہنچنے والے کا سینہ روشن ہو جاتا ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ کیجئے کہ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت عالی ہوئی یہ ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ اُس زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو روئے زمین پر جس طرح کا ظلم وجور وتعدی ہو رہا تھا۔ شاید تاریخ انسانی میں نہ اُس سے پہلے ملتا ہے نہ اُس کے بعد ملتا ہے۔ گھر گھر ایک خدا بستا تھا۔ ہر خاندان میں ایک آدمی ایسا تھا کہ جس کے آگے سرنگوں ہونا پڑتا تھا اور اُس کے حکم سے سرتابی کی مجال خاندان کو نہیں تھی۔ ہر محلے میں ایک سرکردہ بندہ ایسا تھا کہ اُس کا حکم بجا لایا جاتا تھا۔ ہر شہر میں ایک سردار تھا ہر قبیلے میں ایک سردار تھا ہر ریاست میں ایک سردار تھا اور ہر طاقت ور کمزور کے لئے خدا بنا

ہوا تھا۔ خدا کیا ہے؟ اللہ کیا ہے؟ بلا چوں و چراں جس کی اطاعت کی جائے۔ جس کی اطاعت پہ سوال پیدا نہ ہو یہ حق ہر ایک نے اپنایا تھا۔ صرف بتوں کو تو نہیں پوجا جاتا تھا۔ بت تو بے زبان تھے اور لوگ مرضی سے جو چاہتے ان کی طرف منسوب کر دیتے اور انہیں سجدے کرتے رہتے۔ لیکن جو زندہ بت تھے۔ وہ اتنے تھے کہ شمار میں نہیں آتے تھے۔ تفریح طبع کے لئے غرباء کو پکڑ کر بھوکے درندوں کے سامنے چھوڑ دیا جاتا اور وہ چیر پھاڑ کرتے۔ لوگ چلاتے اور طبقہ امراء اشرافیہ اور بادشاہ بیٹھ کر تالیاں پیٹتے۔ غلاموں کو آپس میں لڑا دیا جاتا اور جیتنے والے کو بھی شاباش دی جاتی اور ہارنے والے پر بھی تالیاں۔ ایک مر جاتا ایک زندہ رہ جاتا۔ جور و بربریت کا وہ عالم تھا کہ خود جزیزہ نمائے عرب میں' عرب بیٹیاں کیوں زندہ دفن کر دیتے تھے! قرآن کریم نے بھی جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس سے ایک مراد یہ بھی ہے کتاب عظیم کی کہ اُس معاشرے کی تصویر بھی سامنے آ جائے۔ جس معاشرے میں محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ اُس معاشرے اور ماحول کی تصویر بھی سامنے آ جائے کہ وہ اس لئے بیٹیاں زندہ دفن کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جب یہ جوان ہوگی تو میں بھیڑیوں سے اسے نہیں بچا سکوں گا۔ میرے پاس وہ طاقت نہیں کہ میں اسے انسان نما درندوں سے محفوظ رکھ سکوں اس سے بہتر ہے کہ اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں ورنہ اولاد انہیں بھی پیاری تھی۔ اُن کی بھی نورِ نظر تھی' جگر گوشے تھے' حالات ایسے تھے معاشرہ ایسا تھا کہ کسی کی آبرو محفوظ نہیں تھی۔

کوئی بہت طاقتور ہو اور اپنے قوت بازو سے اپنا دفاع کرے وہ الگ بات ہے لیکن وہ قوت ہر بندے کے پاس تو نہیں ہوتی تو انکی وہ جو غیرت تھی وہ مجبور کر دیتی تھی کہ جب آنکھوں کے سامنے اسکی لوگ عزت لوٹیں گے اور میں کچھ نہیں کر سکوں گا اس سے بہتر ہے کہ اسے میں زمین میں گاڑ دوں! اس معاشرے میں باب معرفت الٰہی کھلتا ہے اللہ کریم اپنی معرفت کیسے کراتے ہیں کون ہے اللہ؟

ھوالذی اللّٰہ وہ ہے ارسل رسوله اللّٰہ وہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا یعنی معرفت الٰہی کا جو دروازہ کھلا تعارف جو دیا کتاب حکیم نے وہ یہ تھا کہ اللہ وہ ہے جس نے محمد رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اس کا مطلب ہے کہ یہ معمولی بات نہیں تھی آپ ﷺ کی بعثت۔ بعثت عالی اتنا بڑا کام تھا اتنا بڑا دروازہ ہے۔ اتنی بڑی روشنی ہے کہ جس روشنی میں بندوں نے اپنے معبود برحق کو دیکھ لیا اب آگے خصوصیت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے کیوں یہ کہا کہ میری معرفت کا دروازہ مجھے جاننے کا ذریعہ بعثت رسالت ہے۔ بعثت میں کیا عجیب بات ہے۔

فرمایا میں نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ بالھدیٰ و دین الحق ۔ دو باتیں جمع کر دیں میں نے بعثت میں محمد رسول اللہ ﷺ۔

ھدیٰ عربی میں کہتے ہیں کسی بھی کام کے کرنے کا صحیح طریقہ کوئی بھی کام کیا جائے وہ بیشمار طریقوں سے ہو جاتا ہے۔ کھیت میں ہل چلانا چاہیں تو آپ ٹیڑھی میڑھی لکیریں کھینچتے رہیں اور بیلوں کو بھگاتے رہیں ٹریکٹر دوڑاتے رہیں تو ایک وقت آئے گا کہ سارا کھیت ادھیڑ کے رکھ دیں گے۔ لیکن جو ہل چلانے کا طریقہ ہے اُس طریقے سے چلائیں گے تو آپ کو تکلیف بھی کم ہو گی وقت بھی کم لگے گا اور کھیت سنور جائے گا صرف اُدھڑ نہیں جائے گا اسی طرح ہر کام کو کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور اُس کے بغیر پھر جتنے راستے ہوتے ہیں کام اُن سے بھی ہو جاتا ہے ہر چہ دانا کند نادان۔ جو کچھ دانشمند کرتا ہے کرتا بیوقوف بھی وہی ہے۔

لیک بعد از خرابی بسیار۔ لیکن بیوقوف بڑی ٹھوکریں کھانے کے بعد اُس جگہ پر پہنچتا ہے اور دانشمندی یہ ہے کہ سیدھے سیدھے اُس

طریقے سے وہ کام کرلے تو ھدیٰ کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح ترین طریقہ اور جو صحیح ترین طریقہ ہوتا ہے وہ مختصر بھی ہوتا ہے دوسرے طریقوں سے اور آسان بھی ہوتا ہے

یعنی ایک کمال تو بعثت عالی کا یہ ہے کہ زندگی کے ہر کام کا سلیقہ سکھا دیا اب اس ہر کام میں آپ کی ذاتی زندگی سے لیکر بین الاقوامی زندگی تک ساری آجاتی ہے پھر انعام باری یہ ہے کہ اسی کام کو کام کرنے کے طریقے کو جب آپ اُس انداز سے اپنائیں گے جس انداز سے اپنانے کا میرا رسول ﷺ حکم دیتا ہے تو یہ دین الحق بھی ہوگا۔ یعنی صرف دنیاوی کام نہیں ہوگا یہ سارا اللہ کی عبادت شمار ہوگی اُسے آپ تہذیب کا نام دیں اُسے آپ معاشرت کا نام دیں' اُسے آپ سیاست کا نام دیں اُسے آپ حکومت اقتدار و اختیار کا نام دیں' اُس کا نام آپ عدلیہ رکھ دیں' اُس کا نام آپ فوج رکھ دیں' اُس کا نام آپ سول سوسائٹی رکھ دیں' اُس کا نام آپ ازدواجی تعلقات رکھ دیں' اُس کا نام آپ رشتے ناطے رکھ دیں' اُس کا نام آپ دوستیاں اور دشمنیاں رکھ دیں اُس کا نام آپ صلح و جنگ رکھ دیں' اُس کا نام آپ چرواہے کی زندگی اور بھیڑیں چرانا رکھ دیں یا دوکاندار کی زندگی اور سارا دن بیٹھ کر آڑھت کی دکان چلانا رکھ دیں' اُس کا نام آپ کارخانہ رکھ دیں' کارخانہ دار آجر و مزدور کے معاملات رکھ دیں زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہے اُس کے کرنے کا طریقہ بتانا یہ منصب ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اور یہی دین حق ہے یعنی بعثت عالی میں دو صفتیں اللہ نے منتخب کر کے ارشاد فرمائی ہیں کہ ایک زندگی کے ہر کام کرنے کا سلیقہ میں نے اپنے رسول کو سمجھا دیا ہے وہ ساری انسانیت کو سمجھائے گا پھر وہی دین حق ہے عبادات دین حق کا ایک حصہ ہے نہایت مختصر۔ عبادات زندگی کا' دین کا' اسلام کا بہت ہی اعلیٰ بہت ہی قیمتی حصہ ہیں لیکن بہت تھوڑا سا آپ دن بھر کے اوقات میں اپنے عبادات کے اوقات کو شمار کریں تو کتنا حصہ دیتے ہیں ہم پانچ نمازوں کو چوبیس گھنٹوں میں پانچ گھنٹے نہیں بنتے یعنی گھنٹوں میں نماز کے اوقات شمار نہیں ہوتے منٹوں میں ہوتے ہیں۔ پھر ساری عبادات بندے اور رب العالمین کے درمیان ہے ایک فرد اور اُس کے معبود برحق کے درمیان ہے اللہ کے حقوق میں اور اللہ کے بندے پر ہیں کہ اُس کی عبادت کرے معاملہ ایک فرد اور رب العالمین کے درمیان ہے لیکن جب آپ عبادت سے یا نماز سے فارغ ہو کر میدان عمل میں جاتے ہیں تو معاملہ آجاتا ہے چھ کھرب انسانوں اور آپ کے درمیان جب آپ گھر میں جاتے ہیں جب آپ محلے میں جاتے ہیں' جب آپ اپنی ملازمت پہ جاتے ہیں جب آپ اپنی دکان پہ جاتے ہیں تو معاملہ آجاتا ہے۔ آپ کا طرز عمل آجاتا ہے آپ کے اور چھ کھرب انسانوں اور آپ کے درمیان جب آپ گھر میں جاتے ہیں' جب آپ محلے میں جاتے ہیں' جب آپ اپنی ملازمت پہ جاتے ہیں' جب آپ اپنی دکان پہ جاتے ہیں تو معاملہ آجاتا ہے۔ آپ کا طرز عمل آجاتا ہے آپ کے اور چھ کھرب انسانوں کے درمیان روئے زمین کی مخلوق کے درمیان پھر یہ صرف انسانوں پہ نہیں رہتا یہ پوری کائنات کو متاثر کرتا ہے یہ چرند و پرند کو متاثر کرتا ہے۔ یہ درختوں' جنگلوں' وادیوں' صحراؤں کو متاثر کرتا ہے۔ یہ زمین پر بسنے والی ساری مخلوق کو متاثر کرتا ہے یہ آسمان سے اُترنے والی رحمتوں اور بلاؤں کو دعوت دیتا ہے۔

یہی طرز عمل یا رحمت الٰہی کو جوش میں لاتا ہے یا غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جنگل میں کسی چڑیا کے انڈے اگر گیدڑ کھا جاتا ہے تو انسان کے کسی کردار کی نحوست ہوتی ہے۔ کسی بندے نے کوئی ایسا کام کیا ہوتا ہے جس کی ظلمت پھیلتی ہے تو پرندوں کو درندوں کو' چرندوں کو' درختوں کو

کھڑے کھڑے درخت سوکھ جاتے ہیں۔
زمین پر بجلیاں کڑکتی ہیں۔ آتش و آہن برستا ہے ایک بم گرتا ہے اور ملکوں کو تباہ کر جاتا ہے۔ مشینیں ایجاد کرتا ہے انسان وہ گولیاں برساتی چلی جاتی ہیں۔ آگ برساتی چلی جاتی ہیں۔ زہریں برساتی چلی جاتی ہیں۔ سمندر اُبل پڑتے ہیں یہ کیا ہے سونامی آ گیا۔ یہ کیا ہے زلزلہ آ گیا۔ یہ کیا ہوتا ہے؟ پہاڑ کیوں گڑگڑانے لگتے ہیں کیوں زمین تھرانے لگتی ہے سمندر خشکی پہ کیوں چڑھ دوڑتا ہے فرمایا ظھر الفساد فی البر و البحر ۔ زمین میں سمندروں میں طغیانیاں اور فساد آ جاتے ہیں۔ بما کسبت ایدی الناس ۔ لوگوں کے جو کرتوت ہوتے ہیں وہ اس بارود کو دیا سلائی دکھانے کا سبب بنتی ہے۔ اب اس شعبے کو آپ دین سے الگ کر لیں!۔
جو تعلق میرے اور اللہ کی دوسری مخلوق کے درمیان ہے اس کو دین سے الگ کر لیں تو دین کے پاس باقی بچتا کیا ہے! پھر تو وہی حشر ہوگا دین کا جو عیسائیوں نے اور یہودیوں نے کیا کہ اُسے پہلے تو کلیسا میں بند کر دیا معبد میں بند کر دیا۔ پادری اور پوپ کے پاس اور ربی کے پاس چھوڑ دیا کہ اس سے باہر تمہارا کوئی تعلق نہیں' ہماری سیاست بھی آزاد ہے ہماری معاشرت بھی آزاد ہے۔ معیشت بھی آزاد ہے۔ پھر اُسے اُس کلیسا یا گرجے یا چرچ میں آرام سے بیٹھنے نہیں دیا پھر اُسے کان سے پکڑ کر کہا کہ اب شراب بھی حلال کرو اُس نے کہا جی حلال ہے' اب خنزیر حلال کر دو اُس نے کہا جی حلال ہے۔ اب مردوں کی مردوں سے اور عورتوں کی عورتوں سے ہم جنس پرستی حلال کر دو اُس نے کہا جی حلال ہے۔ باقی بچا کیا! یہ ساری مجبوریاں دین عیسوی کو دین موسوی کو کیوں پیش آئیں؟
بنیادی بات یہی ہے کہ جب دین سے معاشرت چھین لی گئی۔ معاشرت تھی پوری سوسائٹی دین تھا محدود بندوں کے پاس وہ معاشرہ اور سوسائٹی اُن محدود بندوں پر غالب آ گئی اور انہیں اللہ کا حکم سنانے کی بجائے اپنی منشا کے احکام نوٹ کرائے کہ اب تم یہ بتاؤ اب تم یہ بتاؤ۔ تو کہاں گیا وہ معبود برحق نہ معاشرے کے پاس رہا نہ کلیساء کے پاس رہا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ خدانخواستہ اسلام کا یہ حشر ہو!
کوئی ایسا مسلمان ہے یا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو یہ کہتا ہے کہ معاشرت الگ کر لو اور دین کو مساجد میں بند کر دو یہ اسلام ہے۔ کیا یہ اسلام کی بقاء کا راستہ ہے؟ ایک بات یاد رکھیں اسلام نہ میرے اور آپ کے انتخاب کا پابند ہے نہ ہماری حمایت کا محتاج۔ یہ دین برحق ہے آخری دین ہے اور اُس وقت تک رہے گا جب تک قیامت قائم نہیں ہوتی ہم محتاج ہیں اپنی بقاء کیلئے اسلام کے۔ اسلام تباہ نہیں ہوگا' اسلام خطرے میں نہیں ہے سیاست دان کو مفادات نہیں ملتے تو کہتا ہے پاکستان خطرے میں ہے۔ مولوی کو مفادات نہیں ملتے تو کہتا ہے اسلام خطرے میں ہے۔ اسلام خطرے میں نہیں ہے پاکستان بھی ہرگز خطرے میں نہیں ہے۔ اسلام اس لئے خطرے میں نہیں ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ان نحن نزلنا الذکر و انا لہ' لحفظون اور پاکستان اس لئے خطرے میں نہیں ہے کہ میرے نبی ﷺ نے فرمایا کہ غزوۃ الہند برپا ہوگا آپ نے فرمایا مجھے الہند سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔
حضور ﷺ دنیا سے رخصت کی تیاری فرما رہے تھے بظاہر سبب مرض ہے شافع محشر بیمار ہے دنیا کے حکیم' دنیا کے دانا' دنیا کو شفا دینے والے بیمار ہیں۔ بہانہ ہے' منصب عالی کے جو فرائض تھے انکی سند مل گئی۔ رسید آ گئی آسمانوں سے الیوم اکملت لکم دینکم. دین مکمل ہو گیا۔ صحابہ کرام خوشی منا رہے تھے حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ آیت کریمہ عرفات میں نازل ہوئی صحابہ خوشیاں منا رہے تھے دین مکمل ہو گیا' تو کسی نے کہا ابوبکر کو ڈھونڈو' انہیں مبارک دو تلاش کئے

گئے تو آپ ایک کونے میں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے عرض کیا گیا کہ حضرت خوشی کا موقعہ ہے الحمدللہ دین مکمل ہو گیا انہوں نے کہا اس بات کی خوشی تو مجھے ہے لیکن جب دین مکمل ہو گیا تو پھر حضورؐ اس دنیا میں کیا کریں گے۔ یہ دین کی تکمیل کی جو خوشخبری ہے اس میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ حضورؐ اب پردہ فرما جائیں گے آپ کا کام ختم ہو گیا۔ یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ حضورؐ یہاں جلوہ افروز رہیں جس فرض منصبی کیلئے آئے تھے اگر وہ مکمل ہو گیا ہے۔ یار دین کو جاننے والے لوگ کتنے نبض شناس تھے کتنے رمز شناس تھے اُس آخر مرض میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائیوں سے بہت خوش ہوں اللہ کی سلامتی ہو اُن پر مقربین بارگاہ صحابہ کرامؓ جو حجرہ مبارک میں موجود ہیں وہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بھائی ہیں فرمایا نہیں تم تو میرے صحابہ ہو۔ تم تو میرے ساتھی ہو میرے بھائی تو وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے صدیوں بعد آئیں گے مجھے دیکھیں گے نہیں۔ مجھے سنیں گے نہیں مجھ پر ایمان لائیں گے اور اُس پر کٹ مریں گے ......تو آج دین کو تقسیم کرنے پہ تلا بیٹھا ہے اور کوئی آج سے چودہ صدیاں پیشتر تجھ سے پیار کر رہا ہے تو اُس کے پیار کو دیکھ جو آج سے چودہ سو سال پہلے تیرے پیار کی باتیں کر رہا ہے کون ہے ایسا محبت کرنے والا؟ کون ہے ایسا کریم؟ میرے اُسے کریم ﷺ نے فرمایا کہ الہند میں جہاد ہو گا غزوہ ہو گا اور بڑی عجیب بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا غزوہ اصطلاحات جو تھیں جہاد کی اُس میں غزوہ اُس جہاد کو کہا گیا جس میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور آپ کی حیات طیبہ میں جو جہاد ہوئے اور حضور ﷺ بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے کسی کو امیر مقرر کیا انہیں ''سریہ'' کا نام دیا گیا تو غزوات وسرایہ کی ایک اپنی تاریخ ہے۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے۔ سرایہ سریہ کی جمع ہے۔

ہم لاہور میں تھے علماء کی محفل تھی اور یہ اخباری نمائندے تھے سوال یہ آ گیا کہ حضور ﷺ نے الہند کے جہاد کو غزوہ کیوں کہا ہے؟ ایک محقق نے یہ جواب دیا کہ بھائی لڑائی کو عرف عام میں بھی عربی میں غزوہ کہہ دیتے ہیں رواج تھا حضور ﷺ نے غزوہ کہہ دیا میں نے کہا جی نہیں حضور بات یہ ہے کہ رواج تب تک رواج رہتا ہے جب اُسے عام لوگ یا دنیادار استعمال کرتے ہیں۔ وہ رواج رہتا ہے۔ اگر وہ رواج نبی اختیار کر لے تو رواج نہیں رہتا وہ دین ہو جاتا ہے۔ رواج تب تک رواج ہے جب تک وہ عامتہ الناس کے پاس ہے لیکن اگر وہی بات اللہ کا رسول ﷺ اختیار کرتا ہے تو شریعت بن جاتی ہے۔ دین بن جاتا ہے وہ رواج نہیں رہتا۔ چونکہ نبی رواجات پہ نہیں چلتا پھر پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو یہ ادا پسند تھی اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اسے اختیار کر لو لہٰذا وہ منزل من اللہ دین بن جاتا ہے تو حضور ﷺ کا فرمانا غزوۃ الہند اس کا معنی ہے کہ اُس میں وہ توجہ نصیب ہو گی مجاہدین کو جو اُن مجاہدین کو نصیب ہوتی تھی جن کے ہمرکاب حضور ﷺ بنفس نفیس جہاد میں تشریف لے جاتے۔

اگر بات یہاں تک ہے تو آپ کہتے ہیں پاکستان کو خطرہ ہے پھر پاکستان کو کیا خطرہ ہے پاکستان رہے گا تو غزوہ الہند برپا ہو گا نہ دین کو خطرہ ہے نہ پاکستان کو خطرہ ہے۔ پاکستان نہ صرف رہے گا بڑھے گا پھیلے گا اور سارا برصغیر پاکستان کہلائے گا۔ خطرات ہمارے مفادات کو ہوتے ہیں تو ہم کہتے ہیں دین کو خطرہ ہے خطرہ سیاستدان کے مفادات کو ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے پاکستان کو خطرہ ہے نہ دین کو خطرہ ہے نہ پاکستان کو خطرہ ہے خطرہ اُس کو ہے جو دین کو چھوڑ رہا ہے۔ خطرہ اُس کو ہے جو حفاظت الٰہی کے حصار سے نکل رہا ہے۔ خطرہ اُس کو ہے جو بے دینی کی راہ اپنا رہا ہے۔ خطرہ اُس کو ہے جو یہود و نصاریٰ کی پیروی اپنا رہا ہے۔ خطرہ اُس کو ہے جو دین حق کو

چھوڑ کر بے دینی کے راستے پہ چلنا چاہتا ہے۔ اُس کے لئے خطرہ ہے ہر بار ہر لمحہ ہر آن۔ اُسے محسوس ہو یا نہ ہو ہو سکتا ہے کوئی بندہ بیس سال آتش فشاں کے دھانے پہ بیٹھا رہے' لیکن جب پھٹے گا تو بیس سال کی کسر نکل جائے گی وہ خود کو محفوظ نہ سمجھے وہ کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے تو جو لوگ دین سے سے باہر جی رہے ہیں وہ آتش فشاں کے دھانے پہ جی رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم تو دوزخ کے کناروں پہ پھرتے تھے اللہ کریم فرماتا ہے لوگوں تمہارا کردار' تمہارا نظریہ تمہارا عقیدہ یہ تھا کہ تم دوزخ کے کناروں پہ پھرتے تھے۔ میرے نبی ﷺ نے اُچک لیا آج بھی جو دین کو چھوڑ کر باہر نکلتا ہے وہ دوزخ کے کنارے پہ پھرتا ہے کہ ذرا پاؤں پھسلا' ایک ہچکی آئی' موت آئی اور وہ سیدھا لیکر جہنم میں چلی گئی ایک ہچکی کا فاصلہ ہے دوزخ کے اور اُس کے درمیان تو دین کو کوئی خطرہ نہیں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ دین صرف چند رسومات کا نام نہیں ہے۔ دین اسلام پوری زندگی کا مطالبہ کرتا ہے بیشمار چھوٹے چھوٹے خداؤں میں دین اسلام میں داخلے کا دروازہ ہی یہ کھلا لا الہ الا اللّٰہ عجیب بات ہے یار ہر فلسفے کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ مجھے مانو دنیا کا کوئی فلسفہ آپ پیش کریں تو بنیاد یہ ہوتی ہے کہ یہ تھیوری یہ فلسفہ مانا جائے اسلام کی بنیاد ہے کہ پہلے انکار کرو۔ اسلام یہ نہیں ہے کہ بہت سے بُت سینے میں رکھ کر اوپر سبز کپڑا پہن لو بہت سے بتوں سے مکان بھر کر اوپر سبز غلاف لگادو۔ بہت سے غلاظتیں جمع کر وا اوپر سبز ڈھکن دیدو۔ نہیں فرمایا پہلے کہو لا الـہ .کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں محلے کے رئیس سے لیکر شہنشاہ اعظم تک اور بت سے لیکر فرشتوں اور جنوں کی خدائی تک سورج سے لیکر ستاروں اور چاند کی پرستش تک جتنے معبودان باطلہ بنا رکھے ہیں۔ سب پر لکیر پھیر دو کہہ دو لا الہ عبادت کے لائق کوئی ہے ہی نہیں قصہ ختم کسی کے آگے سر نہیں جھکے گا کسی چوہدری کی بات نہیں مانی جائے گی کسی بڑے کے آگے رکوع نہیں کیا جائے گا کسی کے حکم پر بے چون و چراں عمل نہیں کیا جائے گا کوئی بھی نہیں ہے جب کوئی نہیں رہا تو اب کہو الا لـلّـہ اللہ ہے اب اسلام ہے اب اللہ کو ماننے کا مزہ آئے گا جب تمہارا دل جھاڑ جھنکار سے خالی ہو جائے گا اور یہ معمولی آواز نہیں تھی۔ کیوں معاشرہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا رسول عربی ﷺ کے خلاف؟ کیا مکہ مکرمہ میں اسلام ایک نیا دین تھا؟ مکہ مکرمہ میں تو دنیا کے سارے۔ مذاہب تھے وہ کیسے گزارہ کر رہے تھے اسی بیت اللہ میں بتوں کو ماننے والے بتوں کو سجدہ کرتے اور اسی بیت اللہ میں بتوں کا انکار کرنے والے کہتے تف ہے اس بت پر میں تو اس کو نہیں مانتا لیکن گزارا کیسے ہو رہا تھا؟ گزارہ ایسے ہو رہا تھا کہ جسے آپ تہذیب کہتے ہیں کلچر کہتے ہیں سوسائٹی کہتے ہیں سیاست کہتے ہیں یہ سب کی ایک تھی امور سیاسی میں سارے یک رنگ تھے یک جہت تھے۔ امور معاشرت میں سارے متفق تھے۔ لین دین میں کاروبار میں سارے متفق تھے سود سارے کھاتے تھے۔ شراب سارے پیتے تھے۔ فحاشی سارے کرتے تھے احکام اور عدالتیں سارے مل کر بناتے تھے اُس میں جرم و سزا کے فیصلے اس میں سارے متفق تھے۔ بت پرست بھی بتوں کے منکر بھی' کافر بھی' مشرک بھی اور خدا کا انکار کرنے والے بھی سارے اُس پہ متفق تھے۔ جب اسلام آیا تو اس نے کہا کسی بات پر کوئی سمجھوتا نہیں ذاتی معاملے سے لیکر قومی معاملوں تک اگر حکم چلے گا تو صرف اللہ کا لا الہ الا اللّٰہ کوئی ایسا نہیں جسکی بے چوں چراں تعمیل ارشاد کی جائے سوائے اللہ کے کسی کی نہیں مانیں گے سوائے اللہ کے کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے تو جو بیشمار اپنے آپ کو خدا سمجھے بیٹھے تھے جابر و ظالم اور طاقتور اور معاشرے کے طاقتور اور امیر لوگ سب پر ایک ساتھ ضرب پڑی ایک لاٹھی سب کے سر میں پڑی اور سب کی چیخیں نکل گئی سارے اُٹھ

کر کھڑے ہو گئے ۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا کہ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں یہ تو کل، ہم تک بھی پہنچے گی ۔ یہ سلطنت تو چھن جائے گی یہ محلات تو چھن جائیں گے یہ تو عجیب بات ہے کوئی ہمارے سامنے پیشانی خم نہیں کرے گا ۔ کوئی کورنش نہیں بجالائے گا یہ کیا ہوگا حکم ہمارا تو نہیں رہے گا ۔ حکم تو اللہ کا ہوگا اور اللہ کی تو ساری مخلوق ہے وہ تو ہمیں بھی جھکنے پہ مجبور کر دے گا اب ہمیں کسی اور کے آگے جھکنا ہوگا ۔ مکہ مکرمہ ہے کفر پورے زوروں پہ ہے بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا نبی کریم ﷺ کو اور حضور ﷺ تشریف لے جاتے آپ کو محبت تھی پیار تھا تشریف لے جاتے ہیں تو ایذا دی جاتی ہے تکلیف دی جاتی ہے ۔

بنو عامر کا رئیس تھا ۔ بنو عامر بڑا مضبوط قبیلہ تھا عرب کا اور بڑا تکڑا آدمی تھا اور صاحب فہم و فراست تھا بوحیرہ بن فرص نام تھا اُس کا بڑا مانا ہوا دانشور تھا اُس نے کہا یار سارے تم پتھر پھینکنے پہ اور انکار کرنے پہ ڈٹے ہوئے ہو، بندے کو ملنا تو چاہیے جس نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے اُس کی بات تو سنی جائے آخر اُس کے پاس کیا بات اور دلیل کیا ہے پہلے تو اُس نے باتیں سنیں لوگوں کی زبانی تو کہنے لگا یہ نوجوان اگر میرے ہاتھ آ جائے ۔ میں سارے عرب کو نگل جاؤں اُسکی پہلی بات اُس کا پہلا اندازہ یہ تھا کہ یہ تو اتنا انقلاب آفرین پیغام ہے کہ اگر یہ نوجوان میرا ساتھ دے تو یہ تو سارے عرب پہ میں ریاست بنالوں سارے عرب کو نگل جاؤں یہ اُس کے الفاظ تھے یعنی اُس نے وہ بات تلاش کر لی کہ یہ صرف عبادت نہیں ۔ عبادت کی دعوت نہیں یہ تو پوری ریاستی امور کی بات ہو رہی ہے کہ کسی کی مت مانو صرف اللہ کی مانو ۔ پھر وہ حضور ﷺ سے ملا آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ سنے بیٹھا رہا غور کرتا رہا کہنے لگا کہ حضور اگر ایک بات کی ضمانت دیں اب حالت دیکھیں بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا مکہ میں زندگی دشوار ہے اور وہ کہہ رہا تھا میرے ساتھ اگر آپ ایک معاہدہ کریں کہ آپ ﷺ کے بعد ریاست وسلطنت بنو عامر کو مل جائے گی تو ہم آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں ۔ ایک کافر ومشرک نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جو **لا الہ الا اللہ** ہے یہ تمام بتوں کو پاش پاش کر کے اللہ کی حکومت قائم کر دے گا اور اُس کا سربراہ وہی بندہ ہوگا جو دعوت دے رہا ہے حضور ﷺ تو اُس وقت وہ سودا چکا رہا ہے اُسے اسلام نصیب نہ ہوا لیکن اُسکی سیاسی سمجھ بوجھ کی داد دینی پڑتی ہے جو بات آج کا مسلمان نہیں سمجھ رہا اُس دور کا کافر سمجھ رہا ہے ۔

ابو جہل کیوں لڑ رہا تھا نبی کریم ﷺ سے جانتا تھا اللہ کا نبی ہے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ تم وادی کے سردار ہو اور ابوالحکم کہلاتے ہو اور ایک بندے نے تمہیں اور وہ بھی آپ کے خاندان کا ایک لڑکا اُس نے آپ کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے کہنے لگا کیا کریں اُس نے کہا بیشمار لوگوں کے قاتل ہو تم ایک اور سہی ابی جہل نے کہا تمہارا خیال ہے کہ میں نے اس معاملے میں کوئی کمی چھوڑی ہے لیکن ہم اُسے مار نہیں سکتے کہنے لگا کیوں نہیں مار سکتے ۔ کہنے لگا بیوقوف وہ اللہ کا رسول ہے اُسکی اللہ حفاظت کرتا ہے تو اُس نے کہا عجیب بات ہے ابی جہل تم بھی جانتے ہو کہ وہ اللہ کا رسول ہے کہنے لگا بالکل جانتا ہوں پھر مانتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا مانا تو ہماری ریاست چلی جائے گی ۔ جانتا ہوں مانتا اس لئے نہیں ہوں کہ پھر ہمارے حکم بے اثر ہو جائیں گے ۔ پھر حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہوگا ۔ ریاست چلی جائے گی ابی جہل بھی یہ فلسفہ سمجھتا تھا جس کو آج کا مسلمان سمجھنے سے انکار کر رہا ہے اسلام چند اذانوں اور چند نمازوں اور چند تسبیحات پڑھنے کا نام نہیں ہے اسلام نام ہے پوری زندگی کو نچھاور کر دینے کا زندگی کے ایک ایک کام کو حضور ﷺ کے تابع کر دینے کا زندگی کا ہر کام عبادت

ہے یا اللہ کی نافرمانی ہے دو میں سے ایک بات ہے زندگی کا ہر کام ہر جملہ جو ہماری زبان سے نکلتا ہے یا عبادت ہے یا گستاخی ہے ہر فعل جو ہم سے صادر ہوتا ہے یا عبادت ہے یا گستاخی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی نگاہ عالی کہاں تھی حضور ﷺ کو عشق تھا بیت اللہ شریف سے اور دل سے جب درد اٹھتا تو چشمہائے مبارک آسمان کی طرف اٹھ جاتی کہ کب وحی نازل ہوتی ہے کہ بیت المقدس کی بجائے بیت الحرام کو قبلہ بنایا جاتا ہے تو اللہ نے فرمایا۔ قد نری تقلب وجھک فی السما۔ میں آپ کے رُخ مبارک کو آسمان کی طرف بار بار اٹھتے دیکھ رہا ہوں میرے محبوب میں جانتا ہوں کہ تیرا دل چاہتا ہے کہ ہمارا قبلہ بیت اللہ ہو آپ کو عشق تھا بیت اللہ شریف سے۔

عثمان بن طلحہ کنجی بردار تھے آپ ﷺ کو خیال آیا کہنے لگے عثمان اگر بیت اللہ کا دروازہ کھول دے تو میں اندر سے ہو آؤں۔ وہ بڑا بھڑک اٹھا ناراض ہو گیا وہ کہنے لگا آپ ﷺ کو حرم میں داخلے کی اجازت کوئی نہیں دیتا اور آپ ﷺ بیت اللہ کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُس دن کو یاد رکھو جب یہ کنجی میرے پاس ہو گی اور یہ اختیار بھی میرے پاس ہو گا کہ جسے چاہوں دوں یعنی کفار کا غلبہ ہے مکے میں رہنا دشوار ہو رہا ہے۔ ہجرت کی تیاریاں ہو رہی ہیں یہاں سے کہیں اور چلو لیکن جانتا ہے اللہ کا رسول کہ یہ مکہ فتح ہو گا بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی میں جسے چاہوں گا میں دوں گا اور کریم ایسا ہے کہ جب کنجی ہاتھ میں آئی تو اُسی عثمان کو بلایا فرمایا تو نے دروازہ نہیں کھولا تھا میں تجھے کنجی عطا کرتا ہوں کرم عجیب ہے کوئی حد نہیں ہے میری آپ کی سمجھ میں نہیں آتا بحر زخار ہے اُن کے کرم کا ہمارے عقل و شعور سے بالاتر ہے کہ اُسی کو جس نے جھڑک دیا تھا بڑا اخفا ہوا تھا فرمایا عثمان بن طلحہ کو بلاؤ لرزتا کانپتا حاضر ہوا کہ میں نے تو دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا آج شہر فتح ہو گیا یہ شہر کے حاکم ہیں اب میرے ساتھ کیا ہو گا اُس عہد کے حاکم کرتے کیا تھے۔ لرزتا کانپتا جب آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عثمان تو نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا لیکن میں اللہ کا رسول ﷺ میں تجھے بیت اللہ کی کنجی عطا کرتا ہوں یہ تیرے ہی خاندان میں رہے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت بھی جب مکے میں سانس لینا دشوار تھا حضور ﷺ کے سامنے اسلام کی ریاست موجود تھی۔ لوگ آ گئے مدینہ منورہ سے عقبہ میں گھاٹی میں چھپ کر اہل مکہ سے وہ ایک وفد تھا چند شرفاء اُس میں تھے انصار مدینہ کے روساء اور اُن کے امین علیحدگی سے حضور اکرم ﷺ کو حج کے دنوں میں ملے ایک گھاٹی میں لے گئے اُسے بیت عقبی ہی کہتے ہیں عقبی اولیٰ اور عقبی ثانی حضور ﷺ نے فرمایا میرا پیغام سن لو اور اس بات کو سمجھ لو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ سمجھ کر آئے ہیں ہم یہ جان کر آئے ہیں کہ جب آپ مدینہ تشریف لائیں گے تو ہمیں سرخ اور سیاہ طوفانوں سے مقابلہ کرنا ہو گا یہ الفاظ ہیں اُن کے اور بڑی عجیب بات ہے کہ بعد میں چودہویں صدی میں آ کر بھی جب بے دین طبقہ ایک اٹھا اللہ کا منکر تو انہوں نے اپنے لئے سرخ رنگ پسند کیا اور سیاہی کفار کی تو ہے ہی اُس زمانے میں جو الفاظ انصار مدینہ نے استعمال کئے وہ بھی یہی تھی کہ ہم سرخ اور سیاہ آندھیوں کا مقابلہ کریں گے اپنے جگر گوشے نچھاور کریں گے۔ مال نچھاور کر دیں گے اور آپ کی حفاظت کا حق ادا کر دیں گے آپ مدینہ تشریف لائیں۔

لیکن ایک گزارش، ہماری بھی ہے۔ وہ کیا ہے؟ حضور ﷺ یہ دنیا تو فتح ہو جائے گی دیکھو کتنی دور رس نگاہ ہے۔ ریاست اسلامی قائم ہو جائے گی حکم صرف اللہ کا چلے گا یہ بادشاہتیں۔ یہ امارتیں یہ قبیلوں کی سرداریاں یہ سب ٹوٹ پھوٹ جائیں گی اُس وقت حضور آپ ﷺ

ہمیں چھوڑیے گا نہیں قیام مدینے میں رکھیے گا یہ بات تب ہو رہی ہے جب بیت چھپ کر کر رہے ہیں گھاٹی میں جا کر پانچ، سات آدمی لیکن وہ سارا منظر نامہ اُن کے سامنے ہے اور اس دعوت کو لا الہ الا اللہ کو وہ سمجھ رہے ہیں۔

ہم سے اسلام کیوں نافذ نہیں ہوتا؟ ہم اس دعوت کو سمجھ نہیں رہے ہم یہ سمجھتے ہیں پیر صاحب کے پاس جاؤ، مولوی صاحب کے پاس جاؤ وہ ایک وظیفہ بنا دیتے ہیں یہ پڑھو زندگی آسان ہو جائے گی جنت بھی مل جائے گی یار جنت ملنا یا زندگی آسان ہونا یہ کونسا اسلام ہے کون ہے جو تقدیر باری پر وظیفے کو حاوی کر دے گا! کون ہے جو اُس نے لکھ دیا قلم خشک ہو گئے، سیاہی خشک ہوئی اب اُسے کون مٹائے گا!

ہم چاہیں یا نہ چاہیں اُن حالات سے گزرنا پڑے گا جو اُس نے طے کر دیا آزمائش صرف یہی ہو گی کہ تنگی میں بھی جب مشکل آتی ہے تو اُس کو یاد کرتے ہیں یا نہیں اور جب فراخی آتی ہے تو اُس کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں نہ ہم تنگی کو ٹال سکتے ہیں نہ ہم فراخی کو روک سکتے ہیں وہ جو ہونا تھا ہو گیا دانہ دانہ رزق تقسیم ہو گیا عمریں بٹ گئیں، صحتیں بیماریاں یہ سارا تقسیم کرنے کے بعد مجھے اور آپ کو پیدا کیا آدم علیہ السلام کو اُس کے بعد پیدا فرمایا سب کچھ بانٹنے کے بعد اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اُس کے نظام اُدھورے نہیں ہیں اُسے پتہ ہے کہ کون سا پودا کتنے ایٹم کہاں کہاں سے لے گا اُسے پتہ ہے کہ کون سے پودے پر کیا پھل آئے گا اُسے پتہ ہے کہ وہ پھل کس انسان کے وجود کا حصہ بنے گا یہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے طے ہو گیا تھا نہ کوئی وظیفہ اسے بدل سکتا ہے نہ کوئی حیلہ اُسے بدل سکتا ہے۔ نہ عامل نہ پیر صاحب نہ مولوی صاحب اور نہ دنیاوی حکمران اسے تبدیل کر سکتے ہیں۔

معاملہ صرف اتنا ہے ہمارے پاس صرف ایک بات ہے کہ ہم راستہ کونسا پسند کرتے ہیں انا ھدینہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا o اتنا اختیار ہے کہ اس طرح چلنا چاہتے ہو یا اُدھر جانا چاہتا ہو اُدھر جو جانا چاہتا ہے اُس کیلئے اُدھر کے راستے کھول دیتا ہے بُرائی کی طاقت دیدیتا ہے، قوت دیدیتا ہے، فرصت دیدیتا ہے کہتا ہے کر کے دیکھ لے جب آئے گا حساب ہو جائے گا۔ تو نے اپنے لئے یہ راستہ چُنا ہے جا موج کر جو ادھر آتا ہے اُس پر نیکی کے راستے نیک لوگوں کی محفل نیک بندوں تک پہنچا دیتا ہے اپنے بندوں تک لیجاتا ہے۔ نیک محفل عطا کر دیتا ہے کہتا ہے موج کر ادھر آجا اور نہیں پوچھتا کہ دیر سے آئے ہو یہ دنیاداروں کا جو محاورہ ہے "It is never to late" یہ بکتے ہیں یہ تو ذرا سی بات پہ ناراض ہو جاتے ہیں یہ اُس ذات کو سجتا ہے کہ کوئی نوے سال گزار کر آتا ہے تو کہتا ہے "It is never to late" آجا بسم اللہ! اور نوے پچھلے معاف آج سے شروع ہو جا۔

جب جہاں فیصلہ اُدھر نکل گیا بُرائی کی طرف۔ میلوں نکل گیا حتی کہ کفر میں داخل ہو گیا شرک میں چلا گیا میلوں نکل گیا حتی کہ کفر میں داخل ہو گیا شرک میں چلا گیا وہاں جا کر خیال آیا زندگی ضائع کر دی کافر ہو گیا یا اللہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں ٹھیک ہے آجا سارے فاصلے ایک قدم اٹھا کر اِدھر رکھ دیا بات یہ ہے کہ ہم اس فلاسفی کو سمجھ نہیں پا رہے۔ ہم صرف دو سجدے کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں اُن سجدوں کا کیا فائدہ وہ فرماتا ہے یہ سجدے تیرا میرا لین دین ہے اگر میرا حصہ تو سارا بھی کھا گیا تو میں معاف کر دوں گا میری ذات کو میری عظمت کو کوئی فرق نہیں لیکن جو معاملہ تیرا میری مخلوق کے ساتھ ہے وہ میں نہیں چھوڑوں گا پھر اُسی سے معافی مانگتے پھرنا۔

میرا اور آپ کا کردار چھ کھرب انسانوں کے ساتھ ہے دنیا کی ساری مخلوق کے ساتھ ہے۔ جانوروں سمندری جانوروں اور خلائی

جانوروں کے ساتھ ہے کائنات کے ساتھ ہے زمین اور آسمان کے ساتھ ہے فرمایا وہاں جو غلطی کرے گا اُس کا اثر جہاں تک جائے گا معافی اُن سے مانگنی پڑے گی یوم حشر کو تلاش کرنا کہ میرے گناہ کی نحوست کہاں تک پہنچی۔ کس کس کو کیا ایذا ہوئی کس ماں کا جگر گوشہ چھن گیا۔ کس غریب کا گھر جل گیا' کس شہر پہ بجلی گری اُس کا سبب کہیں میں تو نہیں تھا۔ پھر بخشوانا آسان نہیں رہے گا تو معرفت حق ہی یہ ہے۔ لیُظھرہ' علی الدین کلہ۔ میں نے نبی کو مبعوث فرمایا ہر کام کے کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ بتا کر اور اُسی سلیقے اور طریقے کو دین برحق بنا دیا عبادت بنا دیا وہی مطلوب ہے تم سے وہی معبود چاہتا ہے کہ میری مخلوق اس طرح سے میری عبادت کرے اُس نے گواہ کا نام اُسے دیا جو جان لٹا دیتا ہے۔

شہید کیا ہوتا ہے؟ صرف عربی کا لفظ ہے ناں اُردو میں اُسے گواہ کہتے ہیں شاہد شہید سب گواہ کو کہتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے اس نے میری عظمت کی گواہی دینے کا حق ادا کر دیا کہ میری عظمت پہ اپنی جان نچھاور کر دی۔ موت ہار گئی یہ جیت گیا ولاتقولو لمن یقتل فی السبیل اللہ اموات۔ میری راہ میں جو کٹ مرا ''من یقتل ''، قتل کا فعل تو بدن پہ صادر ہوتا ہے بدن کٹتا ہے چھلنی ہوتا ہے گولیاں لگتی ہیں بم لگتے ہیں تلوار سے کٹتا ہے فرمایا قتل ہو گیا جسم کے پرخچے اڑ گئے گٹھڑی باندھ کر دفن کر دی لیکن اُسے مردہ نہ کہو موت تو اُس سے کمزور پڑ گئی بل احیاء زندہ تو وہی ہے جو شہید ہے موت مات کھا گئی اُس سے کیوں؟ اُس نے گواہی دی ہے جان لٹا کر تو جو ہر ہر عمل میں اُسکی توحید کی گواہی دے جو بات کرنے میں احساس کرے کہ کہیں اُسکی مرضی کے خلاف تو نہیں' جو کام کرنے میں جسے اللہ یہ درد دیدے کہ اُس کے خلاف تو نہیں جا رہا۔ جو سیاست کرنے میں جسے اللہ یہ درد دیدے کہ اللہ کی مخلوق پر زیادتی تو نہیں ہوئی حکومت واقتدار واختیار میں جس کے دل میں یہ درد دیدے کہ کہیں کسی کی حق تلفی تو نہیں ہو رہی اصل عبادت تو یہ ہے کہ اور یہ جو عبادت ہم مساجد میں کرتے ہیں یہ اسکا ایک بہت بڑا سبب ہے ہمیں الجھا دیا گیا ثواب کے بکھیڑوں میں ثواب ملے گا اب یہ کوئی نہیں بتاتا وہ ثواب ہے کیا کوئی لیکوڈ ہے کوئی ٹھوس ہے' کوئی مائع ہے' کوئی گیس ہے' کوئی پہننے کی چیز ہے کوئی کھانے کی چیز ہے' کوئی مکان ہے' کیا ہے؟ ثواب کیا ہے؟ میں نے آج تک ثواب کی **Defination** نہیں سنی بتاتا ہی کوئی نہیں ثواب ہے کیا؟ بھئی ثواب ملے گا ملے گا ٹھیک ہے۔لیکن جب قرآن سے ہم نے پوچھا ثواب کیا ہے؟ تو قرآن نے جو کافروں کو سزا ملے گی اُسے بھی ثواب قرار فرمایا ''ھل ثوب الکفار ما کانو یفعلون'' کافروں کو کیا ثواب ہوگا جو کرتے تھے وہی جو اُن کے کرتوت تھے وہی اُن کا ثواب بن جائے گا قرآن نے ہمارا تراہ نکال دیا اُس نے کہا بھائی جو کافر کرتوت کرتا ہے اُسکا جو بدلہ اُسے ملے گا وہ ثواب ہے اس کا مطلب ہے مومن جو کرتا ہے اُسکا جو بدلہ ملتا ہے وہ ثواب ہے بدلہ کیا ملتا ہے؟ عبادات کا بدلہ کیا ملتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا اُدھار کرتا ہے' بھئی کمال ہے!۔

اللہ کا رسول اللہ کے حکم سے ہمیں حکم دے رہا ہے کہ کسی سے کام کرواؤ مزدوری کرواؤ تو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دیدو' ہم مخلوق اور ہم خود محتاج اور اس داؤ پہ رہتے ہیں کہ یار وہ کہتا ہے دس روپے دیہاڑی لوں گا یار تم نو روپے لے لو۔ اُسکی اپنی مجبوری ہے کہ وہ کہتا ہے سو روپیہ دیہاڑی دو میں اک دفعہ ایک مزدوری اُس وقت سو روپیہ دیہاڑی تھی مزدور کی تو ویسے میں نے اُس سے مذاق کیا میں نے کہا یار تم تو بڑے مزے کرتے ہو سو روپے دیہاڑی وہ کہنے لگا جناب میں نے کل کیلئے جو لی ہے چائے چوراسی روپے کا تو پتی کا ڈبہ ملا ہے باقی بچ گئے سولہ۔ چھ روپے آنے جانے کا کرایہ ہے دس

روپے کی چینی لی ہے ایک چائے بن جائے گی پتی دو تین دن چل جائے گی باقی کل لیں گے اُسکی اپنی مجبوری ہے کہ اُس سو روپے سے اُس کے ایک وقت کا کھانا نہیں بن رہا ہماری اپنی مجبوری ہے کہ جیب میں اتنے پیسے نہیں ہیں۔ ہمیں کہتا ہے پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دو خود ادھار کرتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے خود جو قادر مطلق ہے جس کے خزانوں میں کمی کوئی نہیں وہ نہیں اُدھار کرتا نقد دیتا ہے کیا دیتا ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ہر عبادت بندے کو اللہ کی نافرمانی سے روک کر قرب الٰہی عطا کرتی ہے ۔نقد مزدوری ہر سجدے کی نقد مزدوری' ہر قیام کی نقد مزدوری ہر رکوع کی نقد مزدوری' ہر تسبیح کی نقد مزدوری' ہر تلاوت کی نقد مزدوری کہ جب بھی کوئی اللہ کا نام لیتا ہے تو کسی گناہ میں غرق ہونے کی بجائے نیکی کی طرف چل پڑتا ہے یہی مزدوری ہے۔ مولوی کے اس وعدے پر نہ رہنا کہ مرنے کے بعد ملے گا۔ جس کو زندگی میں کچھ نہیں ملے گا مرنے کے بعد بھی کچھ نہیں ملے گا نقد جسے نہیں ملے گا وہ اس بات پہ نہ رہے کہ اللہ اُدھار کرتا ہے۔ اللہ اتنا محتاج نہیں ہے کہ اُدھار پہ کام کروائے گا۔ نقد دیتا ہے ہر آن دیتا ہے ہر لمحے دیتا ہے ایک لمحے کا ذکر زندگیاں سنوار دیتا ہے اتنا دیدیتا ہے۔ بندہ آتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے جاتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے نصف صدی ہوگئی کہ حضرتؒ کی خدمت میں الحمدللہ پچیس برس بسر لئے اب پچیس برس حضرتؒ کے بعد ہونے کو آئے ہیں نہ کسی سے حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ داڑھی رکھو' لباس اسلامی بناؤ اور نہ آج تک میں نے کہا ہے۔

یہ ہمارا مسئلہ نہیں۔ ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اللہ کے نبی ﷺ کی امانت ہے برکات نبوت ہیں اور ہر مسلمان کا اس پر حق ہے وہ گنہگار ہے یا نیک ہے وہ داڑھی منڈاتا ہے یا رکھتا ہے۔ وہ پتلون پہنتا ہے یا شلوار یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے اس کا مسئلہ ہے اور اس کے رب کا مسئلہ ہے لیکن اللہ کا نام اندر جاتا ہے تو اندر نہیں بندہ باہر سے بھی تبدیل ہو جاتا ہے جب دوسری دفعہ آتا ہے تو کوئی اور انسان ہوتا ہے۔ یہاں اسے کوئی نہیں کہتا ہم نے کبھی کسی سے نہیں کہا تم بریلوی ہو دیوبندی ہو۔ دیوبند ایک مدرسہ ہے۔ آج سے سو 100 سال پہلے بنا تھا۔ بریلی اس سے بیس سال بعد بنا تھا تو جب بریلی اور دیوبند میں مدرسے نہیں تھے تب لوگ کیا تھے؟ تب بھی تو مسلمان تھے تو کسی مدرسے کو آپ ایک مذہب بنالیں یہ تو زیادتی ہے مکتبہ فکر تو ہوسکتا ہے مذہب نہیں ہوسکتا مذہب تو سیدھا سادا ہے لا الہ الااللہ. اور جب گردنیں باطل خداؤں سے آزاد ہو جائیں تو محمد رسول ﷺ کی پیروی کے بغیر مزا ہی نہیں آتا جتنا گناہ ہوتا ہے وہاں کسی نہ کسی فرعون کی خدائی موجود ہوتی ہے کسی نمرود کی خدائی موجود ہوتی ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی

بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا

کیا مراد ہے یہی کہ بظاہر تو میں عبادتیں کرتا رہا اندر نمرود بیٹھا تھا بازار میں جاتا تھا تو بات اس کی مانتا تھا۔ خدائی تو نمرود کے ہاتھ میں ہے سیاست نمرود کے ہاتھ میں ہے معاشرت نمرود کے ہاتھ میں ہے ۔آپ کی تہذیب نمرود کے ہاتھ میں ہے تو پھر عبادت کو کیا کرتے ہو! میرے بھائی! یہی تو آج کا مسئلہ ہے کہ جی تہذیب کو الگ کردو ۔دین کو الگ کردو۔ لو بھئی تو پھر دین کے پاس بچے گا کیا۔ قمیض بھی اتارلو شلوار بھی اتارلو اور ایک لنگوٹی اسے پہنا دو۔ یہ زندہ رہے گا۔ گرمیاں ہوں یا سردیاں بسر کرے گا۔ دین کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہتے ہو نہیں دین سالم کا سالم رہتا ہے یا سالم کا سالم چلا جاتا ہے۔ دین یا رہتا ہے یا نہیں رہتا درمیانی راستہ کوئی نہیں ہے۔ کفر کے ساتھ اسلام کا کوئی سمجھوتہ نہیں۔ کہ آدھا آدھا کفر بھی چلتا رہے آدھا

آدھا دین بھی چلتا رہے ۔ یہ باتیں تو اہل مکہ نے بہت کی تھیں حضرت ابو طالب کی منتیں کی تھیں ۔ پاؤں کو ہاتھ لگائے تھے اور کہا تھا کہ اپنے بھتیجے سے کہو یہ شہنشاہی چاہتا ہے حکومت چاہتا ہے تو سارے جزیرہ نمائے عرب کا شہنشاہ مان لیتے ہیں ۔ دولت چاہتا ہے تو اتنی جمع کرتے ہیں کہ عرب میں کسی دوسرے کے پاس نہ ہو۔ کسی حسین خاتون سے شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ اشارہ کرے ۔ عرب کی حسین ترین خواتین اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیں گے لیکن اسے کہو یہ لاالہ واپس لے لے باقی عبادت بھی اپنی کرتا رہے دین بھی اپنا رکھے نمازیں بھی پڑھے اور پڑھائے ۔ یہ صرف لاالـــہ درمیان سے نکالے ہمارے خداؤں کی بھی کچھ تو رہنے دے ۔ انہوں نے حضرت ابو طالب نے بڑے بھولپن میں بات کی بزرگ آدمی تھے بوڑھے ہو چکے تھے تو کہنے لگے بیٹا کیوں مجھے مشقت میں ڈالتے ہو جو ہمت مجھ میں نہیں ہے وہ بوجھ مجھ پہ کیوں ڈالتے ہو۔ دیکھو یہ کہہ رہے ہیں قریش آپ ﷺ نے فرمایا چچا یہ باتیں تو وہ کر سکتے ہیں ۔ دولت جمع کر سکتے ہیں شادی کروا سکتے ہیں ۔ سیاسی اقتدار دے سکتے ہیں لیکن جو نہیں کر سکتے اگر آسمان سے سورج لے آئیں ۔ چاند نوچ کر لے آئیں میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھ دیں ایک پہ چاند رکھ دیں ۔ یا میں جان کھپا دوں گا یا میں اپنا کام کر کے رہوں گا ۔ یا میں نہیں ہوں گا یا یہ کام ہو کے رہے گا ۔

وہ کونسا کام تھا؟ مکہ والے کیا چاہتے تھے؟ یہی چاہتے تھے نا یار تھوڑی سی اس لاالـہ میں نرمی کر کچھ ہمارے خداؤں کا کچھ بھرم تو رہنے دو تم اپنے خدا کو مانو صرف ہمارے خداؤں کی تردید چھوڑ دو ۔ انہیں مانو مت ۔ حضور ﷺ نے فرمایا پہلا ہتھوڑا ہی ان کے سر پر لگتا ہے ۔ لاالـــہ پہلی ضرب ان پر پڑتی ہے میں کیا کر سکتا ہوں پہلی جو ضرب ہے اسلام کی وہ پڑتی ہی باطل خداؤں کے سر پہ ہے ۔ نمرود کی خدائی کو اسلام نہیں مانتا ۔

ہم سے اسلام کیوں نافذ نہیں ہو رہا ؟ اس کی وجہ یہی ہے ۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں جو آیا ۔ وہ پڑھا لکھا تھا یا ان پڑھ لیکن نور نبوت نے اسے صحابی بنایا اس میں یہ درد اُنڈیل دیا اور وہ بندہ اسلام کی دعوت کو اول تا آخر سمجھ کر اس پر جم گیا ۔ ہم نے سمجھوتے کر لیے ہیں ۔ مسجد کے اندر ہم مسلمان ہیں ۔ مسجد کے باہر ہم مسلمان نہیں ہوتے ۔ عدالتوں میں ہم مسلمان نظر نہیں آتے بازار میں ہم مسلمان نہیں بنتے ۔ حکومت واقتدار میں ہم مسلمان نہیں رہتے ۔ مسجد میں آتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں ۔ اس طرح اسلام نافذ نہیں ہوتا ۔ جب کوئی برتن بھر جاتا ہے تو وہ چھلکتا ہے ۔ اور جب وہ چھلکتا ہے تو دوسروں کے حصے میں پانی آتا ہے ۔ ادھورے کو چھلکاتے رہیں تو وہ اک شور ہوتا ہے آتا کچھ نہیں ہے ۔ ایمان سے دل لبریز ہو جائے تو الفاظ زبان سے نکلیں اگلے کو متاثر کرتے ہیں ۔ اپنے دل میں شک ہو تو وعظ کہتے رہو لوگ بھی سنتے رہتے ہیں اور باہر مسجد سے نکلیں تو کہتے ہیں بری غضب کی تقریر تھی پوچھو کہا کیا ہے کہتے ہیں یہ تو یاد نہیں تقریر بڑھی غضب کی تھی ۔ مولانا نے کمال کر دیا ہمارے یہ پشتون بھائی تو کہتے ہیں ''ڈیر کپر مولوی دے'' ۔ بڑا کافر مولوی تھا ۔ بہت غضب کا مولوی تھا ۔ ڈیر کپر مولوی دے ۔ تو پوچھ لو کہ اس نے کہا کیا ہے ۔ وہ تو بھول گیا وہ یاد نہیں ہے ۔ ورنہ جتنی تبلیغ آج ہوتی ہے پرنٹ میڈیا میں الیکٹرانک میڈیا میں زبانی تبلیغی جماعتوں کے ذریعے درس وتدریس اور مدارس کے ذریعے کتنی تبلیغ ہوتی ہے نتیجہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں بگڑتا کچھ بھی نہیں ۔ ہم ہیں وہ رندے چلائے جا رہے ہیں ۔ رندے چلائے جا رہے ہیں ایسے پتہ چلتا ہے جیسے رندے میں کوئی پھل نہیں ہے اور یہ لکڑی کا رندہ جس پر چلا رہے ہیں وہ لوہا ہے ۔ معاشرہ لوہا ہے ۔ ہمارے ہاتھ میں لکڑی کا رندہ ہے اس میں وہ

تراشنے والا پھل ہی نہیں ہے۔
کیوں صحابی بن گئے لوگ کیا انہوں نے چلے کاٹے تھے' وظیفے پڑھے تھے' چالیس دن لگائے تھے' سہ روزے لگائے تھے' کچھ بھی نہیں یار یہی پانچ نمازیں یہی تیس پارے یہی تیس روزے یہی زکواۃ کا نصاب صحابی اس لئے بن گئے تھے کہ بیک نگاہ مصطفیٰ ﷺ ثمہ تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل میں اللہ بیٹھ گیا تھا کتنے سیل ہوتے ہیں ایک باڈی میں کروڑوں ایٹم اس ایک انگلی پہ آپ رکھ سکتے ہیں کروڑوں ایٹم ایک قطرہ اگر یہاں رکھیں تو اس میں کروڑوں سے زائد شاید اربوں ایٹمز اس میں ہوں۔ یہ سارا وجود ایٹمز کا مجموعہ ہے نا زراعت کا ہی مجموعہ ہے نا۔ تو کتنے سیل ہوں گے ایک انسان کی کھال سے لیکر اس کے نہاں خانہ دل تک ہڈیوں گوشت پٹھوں۔ فرمایا جو نگاہ مصطفیٰ ﷺ میں آ گیا کسی نے کہا تھا۔
من سی پارہ دل میں فروشم ...... میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں۔
اس نے کہا بگفتہ قیمتش اس نے کہا بات کرو کیا لیتے ہو۔
گفتم نگاہے۔ میں نے کہا ایک نگاہ پر نچھاور کردوں گا۔ وہ خریدار بھی عجیب تھا کہنے لگا منہ مانگے دام کبھی ملے ہیں۔ بگفتا کمترش۔ کچھ کم بتاؤ اس نے کہا کہ گا ہے۔ یار زندگی میں اک نظر سہی کبھی زندگی میں ایک نگاہ سہی میں تو اس پہ نچھاور کردوں گا یہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ تھی کہ ایک نگاہ پہ زندگیاں نچھاور ہوگئیں۔ اور قرآن گواہی دیتا ہے۔
ثمہ تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل ذاکر ہو گیا۔ اب ان سے کوئی کرائے خلاف اسلام کام انہیں کوئی سمجھائے تہذیب ومعاشرت کا فرق کوئی ان سے منوائے یہ الگ ہے۔ وہ کہتے ہیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں ایک بوڑھی خاتون عمر رسیدہ' نسل درنسل غلام حضرت عمار بن یاسر کی والدہ ضعیفہ خاتون' والد بوڑھا خود جوان' ایک بہن جوان ہے۔ ابو جہل اس ضد پہ آیا ہوا ہے کہ یہ کئی نسلوں کے غلام جو ہیں اگر یہ بھی ہماری بات نہیں مانتے تو مانے گا کون ظلم کر رہا ہے۔ گلی میں باندھے فرماتے ہیں کہ ہمیں جب شام کو چھوڑ دیا جاتا تھا تو ہم چار افراد میں سے کوئی ایک اس قابل نہیں ہوتا تھا کہ کسی دوسرے کو اُٹھ کر برتن سے پانی ڈال کے دے دے۔ اتنا مارا۔ مار کسی بات پر رہا ہے نماز فرض نہیں ہوئی روزوں کا حکم نہیں آیا تہجد کی بات نہیں ہوئی حلال حرام کے احکام ابھی تک نہیں اترے تو یہ کس بات پہ مار رہا ہے یہ مار پڑ رہی تھی جھگڑا تھا لا الہ کا کوئی تہجد کا جھگڑا نہیں تھا کوئی فرائض کا جھگڑا نہیں تھا۔ حلال حرام کی بات نہیں تھی۔ سارا جھگڑا تھا لا الہ پر وہ کہنے لگا کہ اگر اے بڑھیا تو بھی مان کر نہیں دیتی تو پھر میں تو مرجاؤں غرق ہو جاؤں' تباہ ہو جاؤں میں تجھے ایسی موت ماروں گا جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتی پتہ ہے انہوں نے کیا جواب دیا اس نے کہا تو دل سے نہ مان یہ ابو جہل کہہ رہا ہے میں نہیں کہتا کہ دل سے اللہ کو واحد مان زبان سے کہہ دے کہ اللہ ایک نہیں ہے لا الہ کا انکار زبان سے کر دے۔ میرا بھرم رہ جائے گا تو وہ بڑی بے ساختگی سے فرماتی ہیں۔ تو کتنا بے وقوف ہے وہ ہے ہی ایک تو میں انکار کیسے کردوں۔ کیا بات ہے۔ ایک ضعیفہ ایک خاتون نماز فرض نہیں ہوئی۔ وضو کا طریقہ نہیں آیا۔ روزے فرض نہیں ہوئے تہجد کے لئے اٹھتی نہیں ہے۔ بات صرف ایک نظر کی ہے اک نگاہ نبی ﷺ کی نصیب ہوئی ہے تو اس کی رگ نس نس ہر باڈی سیل میں اللہ موجود ہے اور اکیلا تو وہ کہتی ہے۔ ہے ہی اکیلا تو میں کیسے کہہ دوں اکیلا نہیں ہے۔ وہ پہلی شہید خاتون تھی مکہ کی زمین پر جس کو ظالم نے شرم گاہ میں خنجر مارا اور دو جانور منگا کر ان کی دونوں ٹانگیں باندھ کر مختلف سمت کو دوڑا دیئے بدن کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ہر ٹکڑا لا الہ کہتا رہا وہ کہتا تھا

دل سے نہ مان زبانی کہہ دے میرا بھرم رہ جائے وہ کہتی تھی میں زبانی بھی کیسے کہوں جب وہ میرے سامنے ہے میرے اندر ہے۔ میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے میری تو نس نس میں موجود ہے اور اکیلا ہے کوئی اس جیسا نہیں میرے تو ہر باڈی سیل میں بیٹھا ہے اور وہ ہے ہی اکیلا میں اتنا جھوٹ کیسے بول دوں کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔

آج انقلاب اس لئے نہیں آ رہا کہ میں بھی بڑا پر جوش تقریر تو کر رہا ہوں لیکن شاید محاسبہ قیامت کو میرا بھی ہو۔ اللہ مجھے معاف کرے کہ شاید یہ درد میں دے نہیں رہا ہمارے پاس وہ درد شاید رہا نہیں ہم اپنے سامعین کو وہ لا الہ کی پختگی دیتے نہیں ہیں کہتے ہیں سمجھاتے ہیں۔ یہ بات کہنے کی نہیں ہے یہ بات تو کرنے کی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ اسلام جب فرماتا ہے لا الہ تو ماننے والے کے بدن کا ہر باڈی سیل کہتا ہے لا الہ یہ فرق ہے۔ نبی ﷺ فلسفہ ہی نہیں دیتا نبی فلسفہ بھی دیتا ہے فیلنگز بھی دیتا ہے نبی کہتا ہے اللہ کو سجدہ کرو تو دل کو بھوک لگتی ہے سجدے کرنے کی پریشان ہو جاتا ہے ظہر تو ختم ہو گئی ہے عصر کا وقت کب ہو گا تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس میں بھوک آ جاتی ہے۔ درد آ جاتا ہے ہم پڑھنے کو بھی آتے ہیں تو جان چھڑا رہے ہوتے ہیں۔ وضو پورا نہیں ہوتا جلدی جلدی پانی مارا ہاتھ پاؤں پر کوئی سوکھا کوئی گیلا۔ رکوع میں گئے تو پھر واپس قیام میں نہیں آئے۔ سجدے میں گئے جلسے میں نہیں بیٹھے جلدی جلدی دو ٹھونگیں ماریں یہ جا وہ جا بھئی کیا مصیبت پڑی ہوئی ہے ہمیں۔ کاشتکار سارا دن ہل چلاتا ہے بیلوں سے ایک ایک لکیر تول کر لاتا ہے۔ اگر ایک لکیر خراب ہو جائے ہل کی تو اس جگہ فصل نہیں اگتی وہ جگہ خشک ہو جاتی ہے خراب ہو جاتی ہے۔ اگر چھوٹا سا ٹکڑا رہ جائے ہم نے تو بیلوں سے ہل چلایا ہے۔ خود چلایا ہے اپنے ہاتھوں سے اب تو ٹریکٹر آ گئے تو وہ چھوٹا سا ٹکڑا تو اتنی بری وہ ڈھیم بن جاتی ہے۔ وہ فصل نہیں اگتی تو سارا دن پیدل بیلوں کے پیچھے لیکن ایک انداز ے سے چلا رہا ہے۔ ہم نے دو رکعتیں پڑھنی ہوتی ہیں آئے اٹھے بیٹھے ٹھونگ مارے چلے گئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فیلنگز وہ محسوسات وہ درد جو حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر رگ جاں میں تھا ہمیں اس درد کی ضرورت ہے۔ اس دوا کی ضرورت ہے۔ وہ بندے چاہئیں یہ نہیں کہ وہ ڈنڈے لے کر لڑائی کریں یہ نہیں کہ وہ کسی پہ گولی چلائیں وہ باطل کے لئے لا ینحل ہو جائے اللہ کے حکم کے علاوہ کسی کا حکم انہیں ڈھال نہ سکے کسی اور سانچے میں صرف ایک راستہ ہے۔

حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام جس طرح پہلے زمانے میں غالب ہوا تھا آخری زمانے میں اسی طرح غالب ہو گا وہی طریقہ ہو گا وہ طریقہ پہلے زمانے کا کیا تھا کہ ہر کلمہ پڑھنے والا ایک سانچے میں ڈھل جاتا تھا اور اتنا پکا ہو جاتا تھا کہ پھر اسے کسی دوسرے سانچے میں ڈالنا ممکن نہیں تھا کسی آگ سے پگھلتا نہیں تھا کسی جبر سے ٹوٹتا نہیں تھا۔

منافقین آئے مدینہ منورہ میں دھوکا دیا نبی رحمت ﷺ کو ہمارا قبیلہ مسلمان ہو رہا ہے کچھ لوگ ہمارے ساتھ کر دیجیے دھوکا کیا آگے لے جا کر انہیں شہید کر دیا لمبا قصہ ہے کچھ کو قید کر کے مکہ مکرمہ بیچنا چاہا مختصر سی بات کرتا ہوں ان میں سے دھوکا کرنے والے منافقین میں سے ایک بندہ۔ اطلاع آئی نبی کریم ﷺ کو بہت دکھ ہوا بہت دکھ ہوا بڑے جاں نثار بڑے پیارے لوگ تھے جو شہید ہوئے اور دھوکے سے شہید ہوئے لیکن کسی نے آ کر عرض کی عجیب لوگ تھے خود فیصلہ نہیں کرتے تھے اب ایک بندہ ان میں سے آ رہا ہے تو اسے قتل کر دو نہیں بھاگے ہوئے بارگاہ رسالت میں آئے کہ ان دھوکا دینے والوں سے ایک شخص آ رہا ہے۔ اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دیں ہم تو خود فیصلہ کر لیتے ہیں نا ہر بندہ مفتی ہے۔ وہ ایسے نہیں تھے اصل

اسلام یہی ہے۔
بات جب بھی ہوا سے بارگاہ رسالتﷺ بارگاہ الوہیت سے پوچھو کیا کرنا ہے دین سے پوچھو کیا کرنا ہے خود فیصلے نہ کرو آپﷺ نے فرمایا جب آرہا ہے تو اسے آنے دو آ گیا بارگاہ رسالتﷺ میں آپﷺ نہ کہا تم نے اتنا دھوکا کیا پھر کیا لینے آئے ہو کہنے لگا ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اس کے بعد بے شک آپﷺ میری گردن مروا دیں۔کیا سوال ہے۔سوال یہ ہے کہ جس بندے سے میں لڑ رہا تھا فلاں ہستی جو تھی میں نے نیزہ مارا ان کے سینے میں لگا۔اور پشت کو توڑتا ہوا نکل گیا اور ان کے منہ سے نکلا۔
فزت ورب الکعبہ "رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا" اب کعبہ کا ایک احترام مشرکین میں بھی تھا۔پھر ایک بات ان میں یہ تھی کہ مرتے ہوئے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔وہ کہنے لگا کمال ہے۔رب کعبہ کی قسم بھی کھائی جان کنی کے عالم میں تھا اور کہتا ہے میں جیت گیا اس کا مطلب ہے اس نے جھوٹ تو نہیں بولا۔اب میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ میں نے تو نیزہ مار کے اسے قتل کر دیا تو جیتا میں وہ کیسے جیت گیا؟اس کا جواب مجھے چاہیے حضورﷺ نے اسے لاالہ الاالله سمجھایا اور فرمایا وہ جیت اس طرح گیا کہ اس پہ وہ اپنی جان دے گیا۔شہید ہو گیا۔کہنے لگا بات یہ ہے یا رسول اللهﷺ مجھے سزا دے دیجئے لیکن مجھے پہلے یہ لاالہ الاالله سمجھا دیجئے یہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔بے شک میری گردن ماردی جائے آپﷺ نے فرمایا جو اس کی پناہ میں آجاتا ہے اس کے گزرے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
یہ جو تھا نا کہ موت بھی آئے اور بندہ کہے میں ہارا نہیں میں جیت گیا ہوں یہ شاید نہ پیر صاحب دے رہے ہیں نہ مولوی صاحب دے رہے ہیں نہ واعظ دے رہے نہ مبلغ دے رہا ہے۔نہ کوئی میں دے رہا ہوں نہ آپ دے رہے ہیں۔ہمیں ضرورت اس کی ہے کہ ہم لاالہ کہیں تو ہمارا مقصد یہ ہو کسی کی بات نہیں سنی جائے گی اللہ کے سوا۔یہ آپ نے کیوں قید کر لیا معبود صرف اللہ ہے اس پہ تو قدغن لگ گئی کہ صرف سجدے اللہ کو کرنے ہیں باقی ساری باتیں دوسروں کی مانتے رہو نہ اس کا تو سیدھا سا ترجمہ ہے کہ کسی کی نہیں مانیں گے سوائے اللہ کے بات ختم ہو گئی سیدھے کیوں نہیں پڑھتے لاالہ کو ایچ پیچ کیوں لڑاتے ہو۔آپ نے ایک سجدے پہ پابندی لگا دی تو وہ بھی لگی صرف جسمانی سجدے پر دل جو ہے وہ ہر آستان پہ جھکتا ہے۔ہر فرعون کے سامنے دل بچھا جا رہا ہے۔ہر نمرود کے سامنے دل سجدہ ریز ہے ہر ابوجہل کی بات مان رہا ہے تو کیا وہ سجدہ جو فزیکل ہے صرف وہ اللہ کے لئے بچ گیا اللہ کو تو سجدے کی جان چاہیے روح چاہیے اندر جو شے ہے اسے تو وہ چاہیے۔فرمایا قربانیاں کرتے ہو تو اللہ کو تو تمہارے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں کہ وہ تمہاری قربانیوں کا گوشت لے کر فرشتوں میں بانٹتا ہے تب اس کی مخلوق پلتی ہے۔ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔
ولکن ینظروا الی قلوبکم. وہ تو اندر جھانکتا ہے کہ کیا قربان کر رہے ہو کیا نچھاور کر رہے ہو یہ چھری چلا سکتے ہو اپنی گردن پر اپنی خواہشات پر چلا سکتے ہو نہیں تو پھر تم نے جانور کی جان بے سود لی۔کیا فائدہ اس کو ذبح کرنے کا۔کھاؤ پیو موج کرو۔چھری چلانے کا مطلب تو یہ ہے کہ ایک سمبل ہے۔ایک نمونہ ہے۔کہ آپ نے بیل کاٹ دیا۔بکرا کاٹ دیا۔دنبہ کاٹ دیا۔اصل تو نمونہ ہے کہ تم نے خواہشات باطلہ کا گلا کاٹا یا نہیں تو اگر ان پر چھری نہیں چلی تو فرمایا گوشت لے جاؤ کھاؤ پیو مجھے ضرورت نہیں ہے اس کی قرآن کہتا ہے بھئی یہ جو خون بہایا تم نے اور یہ گوشت اس کی اللہ کو ضرورت نہیں ہے۔اٹھاؤ لے جاؤ' جاؤ تو یہ بانٹ لو اس طرح کے صرف اس.

بے جان اور بے کیف سجدے اس گندے گندے وجود کے جس میں پاکی کم اور نجاست زیادہ ہے اس کا گوشت حرام ہے اس کا خون کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو باقی اس میں بچتا کیا ہے۔ یہ تو سارا ہی نجس ہو گیا اس میں ہے ہی لاالہ جو اسے معزز کیے ہوئے ہے۔ اس سارے وجود میں صرف لاالـــہ کا ایک یقین ہے جو اسے فرشتوں سے زیادہ مقرب کیے ہوئے ہے وہ نکال دو تو سائنس دانوں کے نزدیک اس کے فزیکل جو اس کے اجزاء ہیں ان کی قیمت کوئی ساڑھے تین روپے بنتی ہے اور شرعاً اس کا خون ناپاک ہے۔ ایک قطرہ بہہ نکلے وضو ٹوٹ جاتا ہے' کپڑے سے لگ جائے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے۔ نجاست سے بھرا ہوا۔ ناپاک خون سے بھرا ہوا۔ ناپاک اور حرام گوشت کا بنا ہوا یہ وجود کسی لئے ہے اسے اللہ کیا کرے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی قیمت تو یہ ہے کہ جب یہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ہر رگ جاں میں اللہ بس جاتا ہے۔ یہ فرشتوں سے زیادہ عزت پا جاتا ہے۔ حوریں اس کی راہ دیکھتی ہیں۔ آسمان اس کی طرف دیکھتے ہیں عرش اس کے راستے کی منزل بن جاتا ہے۔ لاالہ کو نکال دو اس کے پاس پیچھے بچے گا کیا۔ یہ تو حرام کی ایک گٹھڑی ہے اسے لیے پھرو کون سا ایسا بندہ ہے جس کا خون ناپاک نہیں ہے۔ کون ایسا فرد ہے جس کا گوشت حرام نہیں ہے۔ پھر اس کے پاس ہے کیا خون اور گوشت کے علاوہ تو باقی تو ہے ہی ویسے ہی غلاظت تو پھر اس کے پاس ہے کیا۔

میرے بھائی! اسلام چھوٹی سی بات نہیں ہے وہ جو بوہیرہ نے کہا تھا نا عقبہ کو سردار تھا قریش کا عقبہ اسے قریش نے بھیجا یار تم جاؤ اور تم جا کر اس ہستی سے بات کرو سیانے ہو سمجھ دار ہو' دانشور ہو' سارا عرب تمہارا لحاظ کرتا ہے سارے قبائل مکہ تمہاری عزت کرتے ہیں تو اس مسئلے میں تم آ دو وہ گیا جو بات کہنی تھی جو نصیحت کرنا چاہتا تھا۔ پہلے اس نے اپنی بات کی کہ دیکھیں آپ کی برادری ہے قبائل ہیں قریش کی سرداری ہے سارے عرب پر پھر اس میں بگاڑ آئے گا۔ تو فائدہ نہیں ہوگا تو آپ کوئی درمیانی راہ نکالیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کی آیات تلاوت فرمائیں وہ سنتا رہا خاموشی سے اُٹھ کر چلا گیا اب سارے سرداران قریش اور سرداران مکہ منتظر تھے کہ عقبہ کیا کہتا ہے۔ واپس آیا وہاں چہرے کا رنگ بدلا ہوا انہوں نے کہا بھئی آپ کیا کیا کر کے آئے کہنے لگا بات یہ ہے میری مانو تو اس ہستی کو اہل عرب پہ چھوڑ دو۔ اگر عربوں نے مغلوب کر دیا انہیں شہید کر دیا تو تمہارا کام مفت میں ہو گیا۔ لیکن اگر یہ عربوں پر غالب آ گیا اور اس کی حکومت بن گئی تو تمہارا تو فرزند ہے تمہاری تو بادشاہی بن جائے گی تم کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ یہ تجزیہ تھا ایک اس سردار کا جو ابھی ایمان نہیں لایا تھا۔ لیکن چند آیات قرآنی سن کر وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تو جناب فلسفہ بھی اس میں ہے ادب بھی اسی میں ہے تہذیب بھی اسی میں ہے کلچر بھی اسی میں ہے سیاست بھی اسی میں ہے حکومت بھی اسی میں ہے اور ریاست بھی اسی میں ہے اور اس نے جا کر قریش کو مشورہ دیا کہ بہتر ہے یہ پھیلا رہا ہے اپنی دعوت کو اسے عربوں پہ چھوڑ دو اگر عربوں نے انہیں ختم کر دیا تو تمہارا مقصد گھر بیٹھے حل ہو گیا تم مارنا چاہتے ہو عرب مار دیں گے جان چھوٹی۔ لیکن اگر اہل عرب پر غالب آ گیا عرب میں اس کی سلطنت بن گئی تو تم مفت میں بادشاہ کے رشتہ دار بن جاؤ گے اور تمہاری سرداری بن جائے گی۔ لہٰذا تم چپ رہو انہوں نے مانا یا نہ مانا میں بات اس کی سمجھ کی کر رہا ہوں کہ اس نے آیات سن کر جو اندازہ لگایا وہ یہ تھا کہ یہ تو ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ یہ تو سب کچھ ٹھیس ٹھاس کر اس پر اللہ کی حکمرانی جو ہے وہ قائم کر دے گا۔

میں نے عرض کیا کہ مدینہ والوں نے بھی یہی شرط رکھی کہ حضور ﷺ

دنیا تو آپ ﷺ کے قدموں میں آ جائے گی ۔ آپ ﷺ پھر ہمیں چھوڑ تو نہیں جائیں گے ۔ اور دیکھ لو جزیرہ نمائے عرب عہد رسالت مآب ﷺ میں ریاست اسلامی بن گئی تھی ۔ لیکن حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو نہیں چھوڑا ۔ مدینہ ہی کو قیامت تک کے لئے وہ سربلندی عطا فرمائی کہ حاجی حج کر چکے تو پھر اسے مدینہ حاضر ہونا پڑتا ہے ۔ گنبد خضراء آج بھی مدینے کی زینت بنا ہوا ہے تو میرے بھائی اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ ہم سجدے کریں یہ ذکر بھی اس لئے نہیں ہے کہ آپ جنتی ہو گئے حوریں ملیں گی ۔ جنت اس کی ہے حوریں اس کی ہیں ۔ جسے جی چاہے اس کو دے یا نہ دے ہمارا مسئلہ نہیں ہے ۔ ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ جو بھی اللہ کرے ۔ اللہ سے آشنا ہو جائے ۔ آشنائی کا مطلب یہ ہے پھر اس کی مانے کس کی نہ مانے ۔ آج بھی ہم میں یہ جذبہ آ جائے نہ کسی تحریک کی ضرورت ہے نہ کسی ڈنڈا چلانے کی ضرورت ہے ۔ خود بخود اسلام نافذ ہو گا اور جب ہم اپنے آپ پہ نافذ نہیں کر سکتے میں اور آپ ہم سولہ کروڑواں حصہ ہیں پاکستان کا یہ ہمارا ساڑھے پانچ فٹ باڈی سٹرکچر جو ہے یہ سولہ کروڑواں حصہ ہے پاکستان کا اس پر تو ہم اسلام نافذ نہیں کر سکتے ہم کہتے ہیں سارے پہ کر دو ۔ کون کردے ۔ جو خود اس باڈی سٹرکچر پہ نہیں کر سکتا ۔ وہ سارے پہ کر دے گا اور پھر وہ کر دے جو اسلام کے ہے ہی خلاف جو اسلام کو دین ہی نہیں مانتا وہ کر دے ۔ یہ کام ایسے نہیں ہو گا میاں تھوڑے تھوڑے لوگوں کو خواہ مخواہ حکومت کی داڑھوں کے نیچے دے کر مت مرواؤ اور کفر کو یہ بہانہ مت دو کہ یہ مدارس جو ہیں یہ واقعی دہشت گردی کرتے ہیں اور یہ واقعی ڈنڈے چلاتے ہیں ۔ اور یہ لوگوں کی ٹیپیں اور ٹی وی توڑ دیتے ہیں ۔ یہ بھی ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے کیوں توڑیں ۔ اسے یہ تو یہ بات جو میں نے کی ہے یہ شام کو آپ جاپان سے امریکہ تک سنیں گے اس کے طفیل یہ بات جو مجھ سے آج ہو رہی ہے آج ہی شام کو کمپیوٹر پر امریکہ چائنہ افریقہ سے لیکر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک جو سننا چاہتے ہیں اس تک پہنچ رہی ہو گی پھر اسے کیوں توڑیں اور یہ ایک کیمرہ ہم توڑ دیں گے تو کیا کیمرے دنیا سے ختم ہو جائیں گے ۔ ایک ایجاد ہے اس کا مثبت استعمال کرو اس میں نہ حلال ہے نہ حرام ہے اس کا استعمال یا حرام ہے یا حلال ہے اگر لوگ اس سے بے حیائی پھیلا رہے ہیں تو آپ حیا مندی کا پیغام بھی تو پھیلائیں اس سے میرے پاس بھی کمپیوٹر ہے صبح کا ذکر بھی کمپیوٹر پہ ہوتا ہے اور شام کا بھی کمپیوٹر پہ ہوتا ہے اور روئے زمین سے افراد اس میں شامل ہوتے ہیں ۔ پال ٹاک پہ اور یہ تاریخ اسلامی میں پہل دفعہ ہو رہا ہے کہ ایک مرکز سے ذکر ہوتا ہے اور اس وقت روئے زمین پر کوئی نہ کوئی ذکر اس میں کر رہا ہوتا ہے ۔ اس کمپیوٹر کو لاٹھیاں مار کر توڑ دیں تو کیا حاصل ہو گا ۔ کر اسکیں گے ہم یہ کام ۔ تو مولوی صاحب تو بہت پیچھے رہ گئے ٹی وی توڑتے پھرتے ہیں اصل فحاشی تو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پہ ہے اس کی ابھی انہیں خبر نہیں ۔ آج تک کمپیوٹر ٹوٹنے کی خبر مجھ تک نہیں پہنچی ۔ کمپیوٹر کسی نے نہیں توڑا ۔ شاید اس کا انہیں پتہ نہیں چلا ۔ ورنہ ٹی وی تو بہت پیچھے رہ گیا ۔ اصل فحاشی اور برائی اور اس کی دعوت اور بے حیائی انٹرنیٹ اور کمپیوٹر پر ہے ۔ آپ کے آج کے بچے شام کو بیٹھتے ہیں کھول کر اور بیچ میں صبح ہو جاتی ہے ۔ یہ کالج میں سارا دن سوتے ہیں اور ساری رات اس کمپیوٹر کی بے حیائی کو دیکھتے ہیں ۔ لیکن وہ کمپیوٹر توڑنے سے نہیں ختم ہو گی ۔ ان کے ذہنوں کو اور ان کے دلوں کو جلا بخشنے سے ختم ہو گی اس کمپیوٹر پر آپ لا الہ الا اللہ کا پیغام بھی پہنچا سکتے ہیں ۔ اور اس کی تشریحات بھی بھیج سکتے ہیں اور بے شمار اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کے روزانہ مضامین اس

انٹرنیٹ پہ آتے ہیں۔ دین کے متعلق' دینی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ دینی بیان ہوتے ہیں میری اپنی یہ تقریر جو آپ سن رہے ہیں۔ شام کو یہ اس کمپیوٹر پر روئے زمین پر گونج رہی ہوگی۔ تو دین اسلام نہاں خانہ دل سے لیکر ہاتھ اور پاؤں اور آنکھوں کے کردار تک کو حاوی ہے۔ عدلیہ' انتظامیہ' سیاست' سیادت' کاشتکاری' زمینداری کاروبار تجارت صلح اور جنگ جب تک سارے پہ اسلام نہیں ہوگا بات نہیں بنے گی ادخلوا فی السلمہ کافتہ اور مزے کی بات ہے دیکھو اللہ کریم نے تاڑا ہوا تھا۔ کہ یہ سمجھوتوں والے مسلمان آئیں گے وہ جانتا ہے نا تو اس نے کہا۔

یاایھا الذین امنو ادخلوا فی السلمہ کافتہ اسے پتہ تھا کہ یہ سجدہ تو اندر آ کر کریں گے اور پھر اسلام سے نکل جائیں گے اور باہر آزاد پھریں گے اس نے کہا نہیں اے جو کلمہ پڑھتے ہو۔ اے ایمان والوں یایھا الذین امنوا ایمان والوں کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن اللہ ہمیں جانتا تھا کہ ایک زمانے میں ایمان والے ایسے بھی ہوں گے کہ مسجد میں آئیں گے تو مجھے سجدے کریں گے۔ مسجد سے نکلیں گے تو چپے چپے پہ فرعونوں اور نمرودوں کو سجدے کریں گے۔ خواہشات نفس کو سجدے کریں گے۔ اپنی خواہشات کے سامنے سجدہ کریں گے اس لئے فرمایا۔

یایھا الذین امنوا کلمہ پڑھنے والو ادخلوا فی السلمہ کافتہ سارے کے سارے اسلام میں آ جاؤ۔ یہ ادھورا اسلام مجھے پسند نہیں ہے اور جو اسلام کے باہر تم کام کرتے ہیں۔

والا تتبعوا خطوات الشیطن یہ شیطان کے نقش قدم پہ چلتے ہو۔ اسلام کے باہر جو کام کرتے ہو۔ سیاست ہے یا حکومت ہے یا کوئی تہذیب ہے یا کلچر ہے جو بھی کرتے ہو یہ شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہو تمہیں زیب نہیں دیتا کہ کلمہ بھی پڑھو۔

لا الہ الا اللہ بھی پڑھو اور سجدے شیطان کو بھی کرو۔ سجدہ تو بات کو ماننے کا نام ہے۔ وجود کا سجدہ تو اس بات کی علامت ہے کہ حضور آپ کی بات مانتا ہوں تو میرے بھائی میری گذارشات پر غور فرمایئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیغام کو سمجھئے اللہ آپ کو دانش دے۔ سب سے پہلے ٹھوس اور سالڈ اسلام اپنے آپ پہ نافذ کیجیے۔ اگر آپ یہ کر گئے تو انشاء اللہ نفاذ اسلام کرنے والے آپ ہی کو اللہ منتخب کر لیں گے۔ اور جو یہ نہیں کر سکے گا وہ نعرے تو لگاتا رہے گا میدان عمل میں کچھ نہیں ہوگا۔ تو نعرے تو ساٹھ سال سے لگ رہے ہیں عملاً کیا ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہو رہا۔

میں نے شاید آج آپ کا بہت وقت لے لیا لیکن وہ پتہ نہیں مجھے بھی وہ آج جلسے کا دن تھا شاید وہی بات ذہن میں آ گئی تو ہم نے تو جلسہ کر لیا۔ وہ کسی نے کہا تھا۔

بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہاں را

دنیا کی کوئی بات ہو ایک لفظ میں وہ ختم کی جا سکتی ہے کوئی دنیا کی بات ہو تو آپ یا ہاں کہہ دیں یا نہ کہہ دیں بات ختم ہوگئی۔

بیک لفظے تواں گفتن تمنائے جہان را

من از ذوق حضوری طول دادندن داستان را

مجھے بات کرنے کا مزا آ گیا تو بات لمبی کر لی۔ اصل بات یہ تھی کہ بات کرنے کا مزا آ گیا تو میں اس میں کھو گیا اور آپ لوگوں کا زیادہ وقت لے لیا تو اللہ اسے ہمارے لئے اصلاح کا تو بہ کا بخشش کا سبب بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم عملاً اپنے آپ پر اور اپنے خاندان پر اپنی قوم اپنے ملک پر اسلام نافذ کر کے روئے زمین کو دعوت اسلام دینے کے قابل ہوں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆

ہر آدمی اپنے عہد کا امام مہدی ہے!

غلبہ اسلام اور نفاذ اسلام کے لئے ہم 60 برس سے نعرے لگا رہے ہیں' کوششیں کر رہے ہیں' جانیں لڑا رہے ہیں لیکن نفاذ اسلام تب ہوگا جب اسلام کے چاہنے والے ہوں گے' اسلام پر عمل کرنے والے ہوں گے اور اس حیثیت میں ہوں گے کہ اُن کے پاس قوت نافضہ ہوگی۔ اس کا مطلب ہے دونوں شعبے ضروری ہیں۔ علوم دینیہ حاصل کئے جائیں' ضروریات دین کو سمجھا جائے' اللہ کا ذکر کیا جائے' دل کو اللہ کی یاد سے زندہ کیا جائے اور دنیاوی علوم کا بھی احاطہ کیا جائے۔ دنیاوی علوم بچوں کو سکھائے جائیں' پڑھائے جائیں تاکہ وہ جدید علوم میں کمال حاصل کریں اور زندہ دل لوگ ان دفاتر میں پہنچیں جہاں قوت نافضہ کا مرکز ہے تب اسلام نافذ ہوگا اور کوئی طریقہ نہیں ہے بندے مارنے سے' لڑائی کرنے سے' سر پھوڑنے سے اسلام نافذ نہیں ہوگا۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 13-07-2006

الحمدللّٰہ رب العٰلمین٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین٥

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم٥

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیْم٥

ان الدین عنداللّٰہ الاسلام٥

اللھُم سبحنک لا علملنآ الا ما علمتنا اِنکَ

اَنت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُروا

اللہ جل شانہ کا پسندیدہ اور مقبول دین اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا اسلام ہے۔ آدم علیہ السلام سے لیکر حضور آقا نامدار ﷺ تک تمام نبی جو دین لائے وہ سارا ہی اسلام ہے اور تب سے لیکر اب تک عقائد میں توحید و رسالت میں آخرت میں' حشر و نشر میں' جنت و دوزخ' برزخ' قیامت' حساب کتاب' فرشتے یہ جو چیزیں عقائد سے تعلق رکھتی ہیں اُس میں کوئی فرق نہیں آیا ہر نبی نے اُسی عقیدے کی تائید فرمائی ہے اور ہر نبی کے کلمے کا پہلا جزو لا الہ الا اللہ ہی رہا حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد ساری بات اس پہ ختم ہوگئی محمد رسول اللہ ﷺ اب اس کے بعد کوئی نئی نبوت نہیں ہوگی حتیٰ کہ عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام جنہیں اللہ کریم نے آسمانوں پہ زندہ رکھا ہوا ہے جب زمین پہ تشریف لائیں گے تو خود صاحب کتاب نبی تھے اور رسول تھے لیکن اپنی کتاب اور اپنے کلمے کی تبلیغ نہیں فرمائیں گے بلکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پہ یقین بھی رکھیں گے عمل بھی کریں گے کچھ دنوں پہلے بھی ایک شخص کو ایمان نصیب ہوا قادیانیت سے تائب ہوا یہیں دارالعرفان میں ..... تو آپ نے دیکھا کہ میں نے حضور ﷺ کی نبوت قبول کرنے کرانے سے پہلے مرزا قادیانی کے جھوٹے' باطل' کذاب اور کافر ہونے پر سوال کیا۔ قبول اسلام کی پہلی شرط یہ ہے کہ رد کفر کرے۔ اسلام

سمجھوتے کا نام نہیں ہے۔ کلمہ اسلام یہ بتاتا ہے لا الہ نفی سے شروع ہوتا ہے۔ جو کچھ پہلے ہے اُس سارے کی نفی کرے پھر کہے الا اللہ جب لوح دل صاف ہو جائے تو ہمیں اپنے ایمان کا یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمارا دل کفر کی تردید کرتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں بڑی خرابیوں کا باعث بن جاتی ہیں' نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ بندہ ساری عمر اچھے عمل کرتا رہتا ہے اچھی باتیں کرتا رہتا ہے لیکن کوئی ایک عمل یا کوئی ایک جملہ ایسا کہہ دیتا ہے جو ساری نیکیاں ضائع کر کے اُس کے دوزخ میں جانے کا سبب بن جاتا ہے اور بعض لوگ ساری عمر غلط کار ہوتے ہیں۔ گناہ کرتے ہیں لیکن کسی موقع پر آ کر وہ ایک جملہ ایسا کہہ دیتے ہیں کہ سارے گناہ معاف ہو کر نیکیوں میں بدل جاتے ہیں اور وہ نجات پا جاتا ہے۔ یہ جملے کیسے ہوتے ہیں یہ ہمیں روزمرہ زندگی میں ان کو نوٹ کرنا چاہیے اسلام نے انسانی نسل کی بقا کیلئے جو مستحسن راستہ بتایا ہے اُس میں بڑے خوبصورت طریقے اور انداز رکھے ہیں جن میں سے ایک یہ تھا کہ شادی خاندان میں اور کف میں کی جائے یہ مستحسن ہے ورنہ ہر مسلمان مرد کا ہر مسلمان عورت سے سوائے اس کے کہ اُسے اللہ نے حرام کیا ہو جیسے ماں' بہن' بیٹی یا نکاح والی عورت جس کی شرعی حرمت نہ ہو تو ہر مسلمان مرد کا ہر مسلمان عورت سے نکاح ہو سکتا ہے لیکن مستحسن یہ ہے کہ خاندان میں اور کف میں کیا جائے۔ اس میں بیشمار حکمتیں ہونگی اللہ کی لیکن جو دو باتیں سامنے ہیں میں عرض کر دوں کہ ایک تو یہ ہے کہ نسل انسانی میں یہ جو برادری ازم ہے یہ ایک بڑی طاقت ہے قبائل جو ہیں یہ ایک بڑی قوت ہے۔ قبیلہ ایک بڑی طاقت ہوتا ہے آپ نے تاریخ میں بھی دیکھا ہوگا کہ اس شخص کا ہم سر مار دیتے لیکن اس کا قبیلہ بڑا طاقت ور ہے۔ اسے چھیڑنا نہیں یعنی ایک مادی طور پر بھی جیسے اللہ کے نبی نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں سے بات تو کرتا ہوں...... الی رکن شدید اگر میرے ساتھ بھی اس طرح کا قبیلہ اور اتنی برادری ہوتی قوت بازو ہوتا ایک فیملی سسٹم یا ایک خاندانی نظام ایسا ہے اسلام میں کہ کوئی بندہ اکیلا نہیں ہے دوسری حکمت اُس میں یہ ہوتی ہے کہ بچیاں جو کف میں جنکی شادی ہو تو خاندان میں تقریباً گھریلو حالات' عادتیں' مزاج' کھانا پینا ایک جیسا ہوتا ہے تو وہ جلدی وہاں اکاموڈیٹ ہو جاتی ہیں جلدی وہاں ایڈجسٹ ہو جاتی ہیں جب دوسرے خاندان میں جاتی ہیں تو اُن کے مزاج الگ ہوتے ہیں کھانے پینے کے طریقے بعض اوقات لباس کے طریقے الگ ہوتے ہیں ملنے ملانے کے طریقے الگ ہوتے ہیں تو وہاں ذرا انہیں ایڈجسٹ میں تھوڑی سی دقت محسوس ہوتی ہے اب اہل مغرب نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک طاقت یہ قبائلی نظام بھی ہے' خاندانی نظام بھی ہے کہ کوئی بندہ اکیلا نہیں ہے ہر بندے کے ساتھ ایک خاندان ہے آپ اُس سے بات کریں تو پیچھے ایک خاندان کھڑا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ایک چلا دی کہ جی یہ جو کزن میرج ہے نا اس میں ساری بیماریاں ہیں اب ہم جو نمازیں بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں اور ذکر بھی کرتے ہیں۔ وہ بھی پوچھتے ہیں جی یہ کزن میرج کرلیں اس میں حرج تو کوئی نہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ کے پاس اسلام کو ماننے کی قوت تو ہے رد کفر کی قوت نہیں ہے آپ کسی بات پر یہ کہنے کی جرات نہیں کرتے کہ یہ بکواس کرتا ہے۔ ایک چیز اسلام نے حلال کی ہے۔ قرآن نے حلال کی ہے نبی کریم ﷺ نے حلال کی ہے آپ ﷺ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد کے ساتھ ہوا اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا نکاح ہوا تو پھر اُس میں آپ یہ سوچتے ہیں کہ یہ کافر کہتے ہیں اس میں خرابی ہے تو کافر تو کہتے ہیں آپ کیوں کہتے ہیں! یہ وہ عقیدے ہیں جن کو ہم نوٹ نہیں کرتے لیکن اللہ کے نزدیک یہ

بڑے بھاری ہیں، آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ سے اپنی پھوپھی زاد کا نکاح فرمایا تو قرآن کریم میں موجود ہے جب اُن کی علیحدگی ہوگئی تو ان سے حضرت نبی کریم ﷺ کا نکاح ہوگیا تو گویا کزن میرج محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے تو درست ہے ہمیں انگریز سے پوچھنا چاہیے امیر کن سے پوچھنا چاہیے کہ ہمارے لئے صحیح ہے کہ نہیں تو بتائیں جب یہ بات بارگاہ الٰہی میں جائے گی تو کیا زندگی بھر کے سجدوں کو ضائع کرنے کیلئے ایک جملہ کافی نہیں ہے۔ کبھی کسی نے نوٹ کیا میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں اگلے دن بھی ایک خط آیا تھا کہ جی ہم وہ اپنے بھائی کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں لیکن ڈاکٹر منع کرتے ہیں کزن میرج سے تو میں نے سادہ سا جواب لکھا کہ اللہ واللہ کے رسول پر یقین ہے تو کرلو ڈاکٹروں پر یقین ہے تو نہ کرو ایمان کی بات ہے اگر ایمان اُدھر ہے تو اُدھر تو مثال موجود ہے، جواز ہے اور شریعت نے جس کام کو جائز قرار دیا اُس میں کبھی کوئی خامی کوئی بُرائی نہیں ہوتی۔

ڈارون نے بکواس کیا یہ بندروں کی نسل جو ہے ایپس یہ ترقی کرکے انسان بن گیا ابھی تک دنیا مانے جا رہی ہے اور ابھی تک وہ پراپیگنڈہ کئے جا رہے ہیں ایپس بھی موجود ہے زمین پر اور انسان بھی ابھی تک ایپس بھی موجود ہیں اور انسان بھی موجود ہیں ایک دفعہ بن گئے اُس کے بعد سے آج تک کوئی ایپ ترقی کرکے انسان کیوں نہیں بنا کوئی اور بھی تو بنتا ساتھ ساتھ جی رہے ہیں بندر بندر ہے انسان انسان ہے پھر بندر بندر رہ گئے انسان انسان رہ گئے تو وہ جو بنا درمیانی کڑی کہاں فوت ہوگئی کوئی تو درمیان والا بھی ہونا چاہیے تھا آدھا بندر ہوتا، آدھا انسان ہوتا یہ کوئی نہیں سوچنے کی تکلیف کرتا کیوں؟ بس جی وہ مغرب والے کہتے ہیں انسان بندر سے بنا بھئی مغرب والے بندر سے بنیں ہونگے اس لئے کہ وہ انسانیت سے محروم ہیں انسان ہونے کیلئے ایمان شرط ہے ورنہ اولٰئک کالانعام، جس کے پاس ایمان نہیں ہے وہ جانوروں جیسا ہے بل ھُم اضل جانوروں سے گیا گزرا ہے اُن کے مزاج میں درندگی آجاتی ہے، وحشت آجاتی ہے، شہوت غالب رہتی ہے ذہنوں پر اور بالکل جانور بن جاتے ہیں کھانا پینا جانوروں کی طرح ہوتا ہے اور دیکھ لیں غلاظتیں چٹ کئے جارہے ہیں جو ملتا ہے کھا جاتے ہیں۔ بلی ملتی ہے کھا جاتے ہیں سانپ ملتا ہے کھا جاتے ہیں جو غلاظت ملتی ہے کھائے جا رہے ہیں اور جانور کس چیز کا نام ہے؟ درندہ اور کسے کہتے ہیں کہ پوری انسانیت اُن کے لگائے ہوئے زخموں سے کراہ رہی ہے اور درندگی کیا ہوتی ہے! بیٹھے بٹھائے انسانوں کو بے گناہ کو اور معصوم شہریوں کو چیر پھاڑ رہے ہیں یہ سب کیا ہے یہ کفر کے ثمرات ہیں اسلام سلامتی کا دین ہے اسلام سے کسی کو زد پہنچتی ہے تو ایسے ہی جیسے کسی موذی جانور کو مارا جائے کہ یہاں اب اگر سانپ نکل آئے گا تو مارا جائے گا اس لئے کہ اُس سے انسانوں کو ایذا پہنچتی ہے انسانی جانیں ضائع کرنے کی بجائے وہ مارا جائے گا تو خیر یہ جملہ معترضہ تھا درمیان میں آگیا لیکن یہ ضروری تھا چونکہ ہم ان لوگوں' ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے تو اللہ پہ بھروسہ رکھیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہر دشمن کو رد کر دیا جائے۔ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کفر کو رد کیا جائے اور پھر اسلام کو قبول کیا جائے اللہ کریم اسکی توفیق عطا فرمائے اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمجھنے کا شعور بخشے مغرب ہمہ تن اس میں مصروف رہتا ہے اگرچہ ہم گناہ گار گئے گزرے اور منتشر حالت میں ہیں لیکن مغرب یہ جانتا ہے کہ مسلمان میں نہ سہی اسلام میں وہ قوت موجود ہے کہ جب کبھی بھی یہ بیدار ہوگئے اور انہوں نے اپنے عہد غلامی کو یاد کرلیا اور یہ نبی کریم ﷺ کے واقعی غلام بن گئے تو

پھر دنیا میں کوئی قوت ان کا راستہ نہیں روک سکتی اس لئے وہ نئے نئے حربے استعمال کرتا رہتا ہے تاکہ ہم اپنے مرکز سے دور رہیں چھوٹے چھوٹے نظریات اب یہ ہلکی ہلکی چیزیں بڑے..... یہاں ایک کیپ ملتی ہے ہر بچے نے پہنی ہوتی ہے اُس پر ایک جوکر سا بنا ہوا ہے اور پر لکھا ہوا ہے ''کیپی چیو''۔ اُس کا نام ہی کیپی چیو ہے کیپی چیو ہے کیا؟ عربی زبان کا جملہ ہے جس کا معنی ہے میں یہودی ہوں ایک جملہ ہے اسرائیلیوں کی مقدس زبان کا جسکا معنی ہے میں یہودی ہوں ''کیپی چیو'' میں یہودی ہوں ہمارے ہر بچے نے سر پر پہنی ہوتی ہے اور بڑے شوق سے بتاتا ہے یہ میری ''کیپی چیو'' ہے اس حد تک گرے ہوئے لوگ ہیں کہ انہیں پتہ ہے کہ اس طرح کہنے سے کوئی یہودی تو نہیں ہو جائے گا لیکن وہ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ مسلمان کا بچہ جب یہ جملہ بار بار دہرائے گا تو اور کچھ ہو نہ ہو اللہ تو اُس سے ناراض ہو گا یعنی اتنی گری ہوئی حرکتیں کرتے ہیں جتنی شاید شیطان کے ذہن میں بھی نہ آتی ہوں اور ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ جو کچھ مغرب سے آتا ہے اُس پر ایمان لائے جاؤ جی وہ ہم سے بہت بہتر ہیں ہم نے تو ساری دنیا پھر کے دیکھی ہے اور مغرب میں میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ چھ دفعہ بات سمجھائی جائے تو تب ان امیرکن اور اہل مغرب کے پلے پڑتی ہے ورنہ ان کے پلے بات نہیں پڑتی ایک بات سمجھانا مشکل ہو جاتی ہے۔ پتہ نہیں انکی ذہانت کے ہم کیوں قائل ہوئے ہیں اس لئے کہ ہم نے اپنی ذہانت کی قدر نہیں کی اپنے ٹیلنٹ کو پہچانا نہیں ہے اپنے اہل علم کی قدر نہیں کرتے اُن سے مرعوب ہیں اور اُسی طرف چلتے رہتے ہیں تو یہ ساری چیزیں قابل توجہ ہیں غور کے قابل ہیں عیسائیوں میں بھی فرقے تھے اور ایک زمانے تک یہ فرقہ بندی آپس میں لڑتی رہی اور ایک دوسرے کو زندہ جلاتے رہے پھانسیاں دیتے رہے لیکن اب آکر فرقے موجود ہیں آپس میں لڑتے نہیں ہیں اب وہ آپس میں لڑنے کی بجائے مسلمان فرقوں کو لڑانے کی سوچتے رہتے ہیں ہمارے ہاں دیکھ لو ہر وقت خانہ جنگی کا سماں ہے کوئی شیعہ مار رہا ہے کوئی سنی کو مار رہا ہے۔ کوئی دیو بندی کو قتل کرنے کے پیچھے ہے کوئی بریلوی کو زندہ جلانے کی فکر میں ہے ایک دوسرے کی تاک میں لگے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو مارنے کی کوشش ..... یہ کیوں ہو رہا ہے' عیسائیوں میں وہ دونوں فرقے اب بھی موجود ہیں اور انکی بڑی بڑی جنگیں بھی تاریخ میں موجود ہیں اور خانہ جنگیاں بھی تاریخ میں موجود ہیں اور ایک دوسرے کو مارنے کے سارے واقعات بھی موجود ہیں لیکن اب وہ سنبھل چکے ہیں اب وہ نہیں لڑتے دونوں پوپ کی قدر کرتے ہیں اور انہوں نے اپنا نظام اس طرح سے ایڈجسٹ کر لیا ہے کہ ایک ہی پوپ ہے روئے زمین پر اور جہاں وہ رہتا ہے اُس شہر کو الگ مملکت کا سٹیٹس دیدیا یہ کہ الگ ملک ہے ایک شہر میں پوپ کی حکومت ہے' کلیسا کی حکومت ہے اور اُسے وہی درجہ حاصل ہے جو کسی آزاد ملک کو ہوتا ہے اور پوری دنیا جو ہے عیسائیت کی وہ اُس کا اتباع کرتی ہے' اُسکی قدر کرتی ہے لیکن مسلمانوں کے ہاں جو خلافت ہے عہد نبویؐ کے بعد سے شروع ہو کر چل رہی تھی اسے بیسویں صدی کے پہلے ربع میں سلطان عبدالحمید کی خلافت کے ساتھ ختم کر دیا گیا ترکی ریاست کے ساتھ اور پھر اب تک اُسے کہیں بننے کا موقع نہیں دیا جا رہا۔ میرا یہ خیال ہے کہ کابل کی تباہی میں بہت سے عوامل کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملا عمر نے خلافت کا اعلان کر دیا تھا اور کابل کے علماء نے اُس پہ بیعت کر لی تھی اور خلیفہ مان لیا تھا اب ضرورت صرف یہ تھی کہ باقی مسلم ممالک میں وہ خلافت جاتی ہے یا نہیں دوسرے بھی مانتے ہیں کہ نہیں اس سے پہلے کوئی اور کسی مسلمان ملک میں اُن کی خلافت کے ماننے والے ہوں سارا ملک تباہ کر دیا گیا کبھی

ہم نے یہ سوچا کہ ہماری طمانت کہاں گئی کیوں بکھر گئی ہم اگر سوچتے ہیں اور ہمیں سوچ دی جاتی ہے صرف یہ کہ وہ یہ نہیں ہوسکتا امام مہدی آئیں گے تو کریں گے بھئی اگر امام صاحب نے ہی آ کے کرنا ہے تو پھر آپ امام صاحب آئیں گے تو کھانا کھایے گا کیوں کھاتے ہو اب کیا ضرورت ہے؟ امام صاحب آئیں گے تو کاروبار کیجئے گا کیوں کرر ہے ہو؟ دنیا کا نظام رکتا نہیں ہے امام مہدی آئیں گے تو وہ خود مکلف ہونگے۔ اپنے کے ذمہ دار ہونگے جو اُس وقت ہوگا وہ اللہ بہتر کرے گا لیکن آج ہم ذمہ دار ہیں جو کچھ ہم کرر ہے ہیں اُس کے نتائج ہمیں پیش آئیں گے ہر آدمی اپنے وقت کا ذمہ دار ہے اور ہر آدمی اپنے عہد کا امام مہدی ہے جسے جواب دینا ہے جہاں جہاں تک اُس کا اثر ہے ''کلکم راعٍ وکلم مسول'' ۔ عن رعیتہ'' تم میں سے ہر بندہ فرمانروا ہے اور جہاں تک اُسکی بات چلتی ہے وہاں تک اُسے جواب دینا ہوگا کسی کی بات گھر والے سنتے ہیں کسی کی محلے دار سنتے ہیں کسی کے تو فرمایا ہر ایک کے پاس تھوڑا سا اختیار ہے' اقتدار ہے۔ ہر ایک جوابدہ ہے' تو ہمیں انتظار کیلئے میٹھی گولیاں دیدی جاتی ہیں کہ جی بس ہمیں کیا کرنا ہے امام صاحب آئیں گے تو کچھ ہوگا آج کا حساب کون دے گا بات آج کی ہے اب کی ہے آج کی بھی نہیں اب کی ہے لمحہ موجود کی ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں گزرنے والا کل بیت چکا ہے وہ ہمیں ایک سبق دیتا ہے کہ کل ہم سے کیا غلطی ہوئی وہ آج نہیں ہونی چاہئے ماضی کو اس لئے یاد رکھنا چاہیے کہ ماضی میں اگر کوئی غلطی ہوئی اور اُس کے نتیجے میں جو ہم نے جو نقصان اٹھایا اُسے آئندہ کے آج کے لمحہ موجود میں ہمیں وہ غلطی نہ دہرانی پڑے اور وہ نقصان نہ اٹھانا پڑے مستقبل اُس کے دست قدرت میں ہے جب سامنے آئے گا تب دیکھیں گے انسان کے پاس لمحہ موجود ہے حاضر وقت جو ہے اُس میں وہ کیا کر رہا ہے اس کا جوابدہ ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا ظہور مہدی علیہ السلام ہوگا جب ہوگا آج ہو جائے تو ہم حاضر ہیں نہ ہو تو ہمیں تو اپنی ذمہ داری پوری کرنی ہے جب ہوگا ہم ہونگے تو ہم حاضر ہیں نہیں ہونگے تو جو ہونگے اُنکی ذمہ داری ہے اُن کے دکھ میں ہم کیوں ہلکان ہوتے رہیں تو لمحہ موجود کی جوابداری ہے اس لئے اپنے اوقات کو استعمال کریں انسان کے پاس گنتی کا وقت ہے بڑا تھوڑا اور محدود وقت ہے اس لئے کہ اگلی اور اُخروی زندگی دائمی اور نہ ختم ہونے والی ہے اور اس کے مقابلے میں یہ زندگی کا چھوٹا سا حصہ ہے جس پر ساری آخرت کا دارومدار ہے۔

اللہ کریم یہ آپ کا آنا جانا مل بیٹھنا قبول فرمائے جب فرائض پنجگانہ موجود ہیں۔ رمضان' زکوۃ حج ہو رہا ہے تو یہ زائد از ضرورت ایک الگ سی فٹیک ہم نے لوگوں کو کیوں ڈال رکھی ہے اور یہ زائد از ضرورت مزدوری کیوں کرائی جارہی ہے؟ یہ زائد از ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ انہیں ارکان دین میں قوت پیدا کرنے کیلئے' خلوص پیدا کرنے کے لئے آپ ایک عمارت بناتے ہیں ایک پلر بناتے ہیں اینٹوں سے بھی بن جاتا ہے اُس پر آپ پلستر کر دیتے ہیں لیکن آپ کہتے ہیں نہیں اس میں سریا ہونا چاہیے پھر ارد گرد اینٹیں لگا دیں گے یہ فرائض پنجگانہ یا عقائد اعمال میں سیمنٹ اور سریا بھرنے کا کام ہے ہوتو ویسے بھی جاتے ہیں ادا تو ہو جاتے ہیں لیکن اُن کے اُن پر کسی عمارت کے بننے کیلئے اُن میں جو قوت چاہیے وہ اذکار کے بغیر پیدا نہیں ہوتی خشوع اور خضوع کیفیات قلب کی ہیں اور قلب خود جب تک زندہ نہیں ہوگا۔ زندگی کے آثار جس میں نہیں ہیں اُس میں خلوص اور خشوع وخضوع کہاں سے آئے گا تو قلب میں حیات آئے گی قرآن حکیم نے سب سے زیادہ تاکید جو کی ہے سب سے زیادہ جس بات کو دہرایا گیا ہے کہیں براہ راست کہیں بالواسطہ وہ

ذکر الٰہی ہے اور اذکار سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے قلب میں کہ کیفیات قلب محمد رسول اللہ ﷺ برکات قلب اطہر محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوتی ہے اور اُس سے قلب میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اور بندہ مشین کی طرح عمل نہیں کرتا بلکہ واقعی ہر ہر عمل میں اُسے اللہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور لذت نصیب ہوتی ہے کام کرنے کا' سجدہ کرنے کا' قیام کرنے کا مزہ آتا ہے' لطف آتا ہے جی چاہتا ہے' اتباع شریعت کیلئے بھوک لگتی ہے گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے۔ گناہ کی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے تلخی محسوس ہوتی ہے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ کے نام سے غافل نہ ہو اور اگر کبھی بھول جائے تو فوراً پھر جب یاد آ جائے پھر ذکر کرنا شروع کر دے۔ وذکر ربک اذا نسیت . کبھی بھول جاؤ۔ کبھی متوجہ دوسری طرف ہو جاؤ توجہ نہ رہے تو جیسے یاد آ جائے ذکر شروع کرو۔ ہر نیک کام عملی ذکر بھی نیک عمل آپ کرتے ہیں وہ اُس میں اللہ کی یاد موجود ہے کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کا حکم ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اُس میں اللہ اور اللہ کے رسول کی یاد موجود ہے لہذا ہر نیک عمل عملی ذکر ہے آپ راستے سے ایک کانٹا ہٹاتے ہیں۔ پتھر ہٹاتے ہیں یہ بھی ذکر ہے آپ حلال روزی کمانے کیلئے محنت کرتے ہیں یہ بھی عملی ذکر ہے آپ اُسے حلال جگہوں پہ خرچ کرتے ہیں یہ بھی عملی ذکر ہے۔ محنت مزدوری کیلئے سفر کرتے ہیں یہ بھی عملی ذکر ہے۔ دینی علم کیلئے سفر کرتے ہیں یہ بھی عملی ذکر ہے۔ ہر نیک عمل عملی ذکر ہے۔ ہر نیک لفظ زبانی ذکر ہے اور پھر اُس کے ساتھ اگر تسبیحات پڑھی جائیں۔ درود شریف پڑھا جائے تو نور ہے۔ عملی ذکر میں انقطاع آ جاتا ہے۔ عمل منقطع ہو جاتا ہے اور بدن کو آرام کی ضرورت ہم بے ہوش ہو کر بے سُدھ ہو کر سو جاتے ہیں۔ زبانی ذکر منقطع ہو جاتا ہے لیکن جو ذکر ضروری ہے اُس میں انقطاع نہیں ہے۔

"الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم"۔ کھڑے ہوں بیٹھے ہوں' لیٹے ہوں سو رہے ہوں' جاگ رہے ہوں ہر حال میں ذکر کرتے ہیں یہ ذکر جس میں انقطاع نہیں ہے یہ صرف ذکر قلبی ہے اور جس میں حکم ہے ولا تکن من الغافلین کبھی اس میں غفلت نہ آئے تو غفلت تو ایک لمحے کی بھی غفلت ہوتی ہے اور سال کی غفلت بھی غفلت ہوتی ہے وہ بڑی غفلت سہی یہ چھوٹی سہی لیکن غفلت تو ہے اور قرآن فرماتا ہے ولا تکن من الغافلین کوئی لمحہ غفلت کا نہ آئے یہ جب ہی نصیب ہوتا ہے جب قلب ذاکر ہو جائے۔ جب تک دھڑکتا رہتا ہے۔ جب تک جسم میں خون پہنچاتا رہتا ہے ایک ایک دھڑکن میں یہ ہزاروں بار اللہ اللہ کرجاتا ہے جب اسے ذکر آ جاتا ہے تو ایک ایک دھڑکن میں ہزاروں بار اسم ذات کو دہرا جاتا ہے۔

اس لئے یہ محض اور ٹائم نہیں ہے بلکہ یہ بنیاد ہے دین کی اور ضرورت ہے اور جن لوگوں نے صحرا سے اٹھ کر مٹھی بھر صحرائی باشندوں نے روئے زمین پر اسلام پھیلا دیا اُن کے بارے قرآن حکیم فرماتا ہے "ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ. اُن کے وجود کا ہر سیل ذاکر تھا کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک وجود کا ہر ذرہ ذاکر تھا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔ قوموں پہ جب زوال آتا ہے تو انکی جو قیمتی دولت ہوتی ہے جو متاع سب سے عزیز ہوتی ہے وہ چھن جاتی ہے ہم پہ بھی جب قومی حیثیت سے زوال آیا تو ہم سے یہ نعمت چھن گئی یہ ختم تو نہیں ہو سکتی اس لئے کہ قرآن باقی رہے گا اسلام باقی رہے گا' نبوت حضور کی باقی رہے گی' برکات محمد رسول اللہ ﷺ کی باقی رہیں گی تو یہ باقی تو رہیں لیکن کمیاب ہو گئیں دور دراز چلی گئیں۔ یون صدی سوشل ازم نے بُری طرح سے کرش کیا رشیہ کو اور خصوصاً اسلام کیلئے تو اُن کے پاس کوئی رعایت نہیں تھی مساجد کو اصطبل بنا دیا گیا گودام بنا دیا گیا' اذان پر پابندی لگا دی گئی' نماز پر پابندی لگا دی

گئی اور ارکان دین پر پابندی جو خلاف ورزی کرتا قتل ہو جاتا لیکن ربع صدی کے بعد جب سوشل ازم کی وہ گرفت ڈھیلی پڑی اور لوگوں میں سانس آئی تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان تو پھر ویسے کے ویسے ہیں پھر اذانیں دینے لگ گئے اب ربع صدی میں کم از کم دو نسلیں گزر جاتی ہے۔ یہ دونسلوں تک انہیں اذان یاد کس نے رکھائی کس نے نمازوں کا طریقہ انہیں بتایا جب پڑھنا ممنوع تھی تو پھر اُنکا تجزیہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا تھا جو ذکر کرتے تھے ہمیں اُسکی سمجھ نہیں آئی اس لئے کہ وہ کہیں الگ اندھیرے میں بیٹھ کر کونے میں بیٹھ کر زیر زمین چلے گئے وہاں تو یہ جو ذاکرین تھے اُن کی وجہ سے ان کے پاس دین باقی رہا' دین ختم ان سے نہیں ہو سکا یعنی اسکو سوشلسٹوں نے بھی مانا ہے کہ روس میں جو طبقہ ذاکرین کا تھا اُسکی وجہ سے مسلمانوں سے دین معدوم نہیں ہوا اگرچہ سرکاری طور پر ساری کوشش کی گئی کہ ان سے دینی معلومات منقطع کر دی جائیں۔ چھین لی جائیں۔

تو یہ نعمت رہی تو ہر جگہ رہے گی بھی انشاء اللہ لیکن جو بہاریں آپ دیکھ رہے ہیں یہ نہ رہیں۔ یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے پھر سے نصیب کر دیں۔ غلبہ اسلام کیلئے' نفاذ اسلام کیلئے ہم نعرے لگا رہے ہیں ساٹھ برس ہونے کو آئے ہیں کوششیں کر رہے ہیں جانیں لڑا رہے ہیں لیکن نفاذ اسلام تب ہوگا جب اسلام کے چاہنے والے ہونگے' اسلام پر عمل کرنیوالے ہونگے اور اس حیثیت میں ہونگے کہ اُن کے پاس قوت نافضہ ہوگی اس کا مطلب ہے کہ دونوں شعبے ضروری ہیں۔ علوم دینیہ حاصل کئے جائیں ضروریات دین کو سمجھا جائے اللہ کا ذکر کیا جائے دل کو اللہ کی یاد سے زندہ کیا جائے اور دنیا کے علوم کا احاطہ کیا جائے اور دنیاوی علوم بچوں کو سکھائے جائیں پڑھائے جائیں تاکہ اُس میں کمال حاصل کریں اور زندہ دل لوگ اُن دفاتر میں پہنچیں جہاں سے نظام نافذ کئے جاتے ہیں۔ زندہ دل مسلمان وہاں پہنچیں جہاں قوت نافضہ کا مرکز ہے تب اسلام نافذ ہوگا اور کوئی طریقہ نہیں ہے بندے مارنے سے لڑائی کرنے سے جھگڑا کرنے سے سر پھاڑنے سے نہیں ہوگا۔

جن لوگوں کو ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے' ہمیں یہ شکایت رہتی ہے جی شیطان ہمیں پریشان کرتا ہے اور مجھے یہ امید رہتی ہے کہ یہ لوگ جو یہاں سے سیکھ کر جا رہے ہیں انشاء اللہ یہ شیطان کو پریشان کریں گے توقع یہ ہوتی ہے امید یہ ہوتی ہے کہ جنکی رسائی جن ارواح کی رسائی بارگاہ رسالت تک ہوگئی جن ارواح کی رسائی بالائے عرش تک ہوگئی اب یہ انشاء اللہ شیطان کو پریشان کریں گے آپ کو شیطان سے پریشان ہونا نہیں ہے آپ نے شیطان کو پریشان کرنا ہے کہ جہاں آپ جائیں یہ خطرہ نہ رہے کہ آپ ذکر چھوڑ دیں گے خطرہ یہ ہو کہ اور کتنوں کو ذاکر بنا دیں گے یہ شیطان کی پریشانی ہے اقامت دین اسی کو کہتے ہیں۔ اقامت دین یہ نہیں ہے کہ خود دینی کام کرتے رہو۔ اقامت الصلوۃ یہ نہیں ہے کہ خود نماز پڑھتے رہو۔ اقامت کا مطلب ہے اُسے قائم کرو اُس کے قیام سے مراد یہ ہے کہ وہ معاشرے میں پھیلے وہ قائم ہو۔ وہ نظام حیات بنے اُسے لوگ اپنائیں ایک فرد تنہا نماز پڑھتا ہے تو قیام صلوۃ تو نہیں ہوگا واقیموا الصوۃ اُسکو قائم کرو قائم کیسے کرو گے کہ جہاں ایک ہے۔ ایک سے دو ہوں دو سے دس ہوں۔ دس سے پچاس ہوں۔ یہ قیام ہے اُس کا وہ ایک نظام بن جائے ایک روٹین روزمرہ کا معمول بن جائے اس طرح اللہ کے ذکر کو اللہ کی اس یاد کو سینے کے نور کو اور ان برکات کو جو آپ کو بارگاہ رسالت سے نصیب ہوئیں ان پر نہ میری اجارہ داری نہ آپ کی ہے نہ یہ میرے باپ کی جاگیر ہے نہ آپ کے باپ کی ریاست ہے یہ تمام مسلمانوں کی ہی نہیں نبی نوع انسان

کی امانت ہے اسے کافر پر بھی پیش کرو قبول کرے گا تو مسلمان ہو جائے گا۔

آپ کی نبوت نوع انسانی کیلئے ہے میں نے تجربہ کیا ہے میں نے مغرب میں بعض غیر مسلموں کو یہ طریقہ ذکر بتایا اس لئے کہ نفسیاتی امراض کا علاج ہے آپ کو جو وہم ہوتے ہیں اس سے ٹھیک ہو جائیں گے لیکن اس کا اور ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جن کو اللہ لفظ کہلوانے پر دو دو تین تین دن لگ گئے اُن سے اللہ نہیں نکلتا نہیں آتا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو ذکر کرتے رہے پھر انہیں ایمان نصیب ہو گیا اور نیویارک کی ایک خاتون تھی کوئی ساٹھ برس کی عمر ہو گئی اسکی وہ مسلمان ہوئی ذکر اُس نے اپنی پریشانیوں کیلئے شروع کیا تھا لیکن مسلسل کرتی رہی تو اللہ کا نام تھا آخر کفر پر چوٹ پڑتی رہی اندھیروں کو بھاگنا پڑا۔ اسلام قبول کر گئی یہاں کچھ عرصہ بعد مجھے اُس کا خط ملا اُس نے بڑے دکھ سے لکھا تھا کہ بہت مزہ آیا ہے دین قبول کر کے اور بڑی پرسکون زندگی ہے اور بہت اللہ کا شکر ہے لیکن ایک پریشانی جو ہے نا مہینہ میں نماز چھوٹ جاتی ہے اور بڑے بے مزہ سے دن گزرتے ہیں خاتون ہونے کی وجہ سے مہینے میں کچھ دن نماز چھوڑنا پڑتی ہے نا وہ بڑی کوفت ہوتی ہے آپ ذکر کی برکات دیکھیں کہ بندے کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے یہ اللہ کے نام کی برکت ہے تو اللہ نے یہ دولت آپ کو اگر عطا فرمائی ہے اور الحمد اللہ عطا فرمائی ہے تو حضور کا ارشاد گرامی ہے "بلغو عنی وحو کان آیتہ۔ کہ ایک جملہ بھی اگر تمہارے پاس ہے تو یہ میری امانت ہے تمہارے پاس بنی نوع انسان کیلئے اُسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ تو جملے کے جو اثرات ہیں ارشادات عالی کی جو برکات ہیں جو الفاظ آقائے نامدار ﷺ کے دہن مبارک سے' لب ہائے مبارک سے نکلتے ہیں اُن میں جو برکات و کیفیات ہیں اگر وہ بندے کے پاس ہوں تو وہ پہنچانا کتنا ضروری ہے یہ بڑا نازک رشتہ ہے اور اس میں شیطان کئی طرح سے کوشش کرتا ہے عبادات میں سستی کیلئے آمادہ کرے گا خواہشات نفسانی کو بھڑکائے گا لیکن یہ سب تنا اور شاخیں ہیں اسکی اصل اور جڑ اور اساس ہے شیخ کے ساتھ تعلق تو شیطان یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ شیخ بھی تو انسان ہوتا ہے اُس کے خلاف اس کے دل میں کچھ باتیں ڈالی جائیں اور جب شیخ سے خدانخواستہ تعلق ٹوٹتا ہے تو باقی کچھ بھی نہیں بچتا چونکہ رابطہ ہوتا ہے بارگاہ رسالت کے درمیان اور طالب کے درمیان جو رابطہ ہے جو واسطہ ہے' جو ذریعہ ہے وہ رسہ ہی کاٹ دیا جائے تو باقی کیا بچے گا لیکن عجیب بات ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں جیسے طب والے کہتے ہیں کہ وجود انسانی میں جو اُس کا نظام چلتا ہے اُس نظام میں کہیں کمزوری آتی ہے تو بیماری پیدا ہوتی ہے ایک نظام ہضم ہے دل کا ایک نظام ہے دماغ کا ایک نظام ہے خون کو پہنچانے کا نظام ہے غذا کو ہضم کرنے کا نظام ہے۔ سارا جو ہے تو یہ ایک نظام اپنی اپنی جگہ چلتا رہے تو خرابی پیدا نہیں ہوتی لیکن جب اس میں کہیں کمزوری آتی ہے تو بیماری شروع ہو جاتی ہے یعنی بیماری باہر سے نہیں آتی اگر اپنا اندر کا نظام مضبوط ہو تو بیماری اندر حملہ آور نہیں ہوتی پاس سے گزرتی رہتی ہے لیکن جب اپنے اندر کمزوری آتی ہے تو راہ گزرتی بیماری بھی وہاں ٹھکانہ پکڑ لیتی ہے۔

معاشرے میں ہم لوگ کہتے ہیں معاشرہ بہت خراب ہے وہ بندہ خراب ہوتا ہے جس کی اپنے اندر خرابی ہو جس کے اپنے اندر خرابی نہیں وہ دنیا کے کسی معاشرے میں چلا جائے وہ خراب نہیں ہوتا بلکہ وہاں کے کچھ لوگوں کو بچانے کا سبب بن جاتا ہے دوسروں کو بچانے کا سبب بن جاتا ہے خراب نہیں ہوتا اسی طرح اس معاملے میں جب تک معاملہ شیخ کے ساتھ سو فیصد نہ رہے بات نہیں بنتی۔ رشتوں میں

کمی آنے لگتی ہے برکات میں کمی آنے لگتی ہے چونکہ جو راستہ ہے جو پائپ لائن ہے جس سے ہمیں برکات نصیب ہو رہی ہیں اگر اُس پہ ہم کلہاڑا چلائیں گے تو باقی کیا بچے گا اور یہ اپنی آخری اور بہترین کوششوں میں سے شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ طالب کو شیخ کے خلاف بدظن کرے بعض لوگوں کو پریشان کر کے پچھلے دنوں مجھے ایک خط ملا ایک دوست کا اُس نے مجھ پہ کچھ اعتراضات لکھے تھے کہ جی لوگ یہ کہتے ہیں' لوگ یہ کہتے ہیں میں نے کہا جی لوگ تو کہتے ہیں ٹھیک ہے میں ان سب باتوں کا جواب آپ کو دوں ایک شرط کے ساتھ اگر آپ یہ ذمہ داری لیں کہ یہ سوال قیامت کو مجھ پر نہیں ہونگے ان کی صفائی میں آپ کو دیدوں اور میں بُری ہو جاؤں گا یا آپ فیصلہ کر دیں گے تو میں آپ کو جواب دیتا ہوں اور اگر آپ کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے تو پھر آپ کو پوچھنے کا بھی حق نہیں ہے کہ میں آپ کو جواب دوں اور پھر روز حشر بارگاہ الٰہی میں جواب دوں میں دو جگہ جوابدہ نہیں ہوں مجھے ایک جگہ جواب دینا ہے اور اگر اللہ نے یہ فریضہ آپ کو سونپا ہے تو میں آپ کو جواب دیتا ہوں پھر بڑی معذرت لکھی نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا میرا وہ مطلب نہیں تھا آپ کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا مطلب شیخ سے برکات نبوی حاصل کرنا ہے وہ ہو رہا ہے بات ختم آگے آپ بھی انسان ہیں شیخ بھی انسان ہے۔ اُس میں کمزوریاں ہیں خامیاں ہیں وہ جانے اُس کا رب جانے آپ کا کام تو کر رہا ہے۔ آپ ایک سکول میں جاتے ہیں ٹیچر ایک مضمون پڑھاتا ہے۔ آپ کو بہت اچھا پڑھا رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اس کی ٹانگ کمزور ہے اس کا کرتہ پھٹا ہوا ہے اُس کے سر کے بالوں میں تو اُس سے آپ کو کیا لینا دینا ہے یعنی آپ نے اپنا مضمون پڑھنا ہے یا اُس کی ذات کو زیر بحث لانا ہے۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ربع صدی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی ہم رکابی نصیب ہوئی اور خدمت شیخ نصیب ہوئی پچیس برس لگ بھگ شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کو بھی ہو گئے۔ پچاس برسوں میں الحمد للہ میرے ساتھ تو شیطان نے کوشش نہیں کی کہ شیخ کے بارے کوئی وسوسہ ڈالتا ہو۔ اس لئے کہ جہاں اپنے اندر کمزوری نہ ہو وہاں شیطان بھی کچھ نہیں کر سکتا جس طرح ساری امراض اگر مادی نظام میں اندر خرابی نہ ہو تو کچھ نہیں کر سکتے اسی طرح روحانی نظام میں بھی اپنے اندر کوئی کمزوری نہ آئے تو شیطان بھی کچھ نہیں کر سکتا'' ان عبادی لیس لک علیھم من سلطن '' اُسے روز ازل ہی اللہ نے بتا دیا تھا جو میرے ہونگے اُن پر ترا بس نہیں چلے گا'' ان عبادی'' جو میرے بندے ہونگے' لیس لک علیھم من سلطن'' تیرا اُن پر کوئی بس نہیں چلے گا اور جو تیرے ہونگے انہیں میں تیرے ساتھ جہنم میں جھونک دوں گا۔ وہ تیرے ساتھ جائیں گے لہذا بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے رب کے ساتھ رکھیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ رکھیں۔ اپنے نبی ﷺ سے وفا کریں ایک ایک بات ایک ایک کام میں اتباع رسالت کریں شیخ کا کام آپ کی تربیت کرنا ہے اور اُسکی مزدوری اُسے اللہ دے گا یہ آسان کام نہیں ہے اس کا پتہ تب چلتا ہے جب یہ کرنا پڑے۔

چار پانچ ساتھی ہوتے تھے ہم ابتدا ہو رہی تھی جماعت کی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تھے مغرب کا ذکر ہوا ہم تین چار ساتھی تھے مغرب سے عشاء تک ذکر ہوا پھر حضرتؒ نے عشاء کی نماز میں تھوڑا سا وقت تھا اذان ہوئی ذکر ختم ہو گیا پانچ دس منٹ وقفہ ہوتا تھا کسی کو وضو بنانا ہے' کرنا ہے تو اُس وقفے میں حضرتؒ فرمانے لگے یار آج بہت بوجھ پڑا اور بہت تکلیف ہوئی پتہ نہیں کیا مصیبت تھی آج ذکر کرایا سارا جسم ٹوٹ رہا ہے بات ہوئی ختم ہو گئی حضرت نے نماز پڑھائی آپؒ اندر تشریف لے گئے تو وہ دو تین ساتھی جو تھے وہیں

کے مقامی جب ہم آپس میں بیٹھے تو وہ کہنے لگے آج ہماری ایک مقدمے میں پیشی تھی اور شہر گئے ہوئے تھے آج دوپہر کا کھانا ہوٹلوں سے کھایا اس لئے حضرتؒ شکایت کر رہے ہیں کہ آج بہت بوجھ پڑا بہت تکلیف ہوئی، نحوست اُن پر تھی، ہوٹلوں کا کھانا انہوں نے کھایا۔ عدالتوں میں وہ پھرتے رہے۔ وہ صفائی کرتے وقت بوجھ شیخ پر پڑ رہا تھا اور بندے تین چار تھے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر روئے زمین پر ذاکرین کو ذکر کرایا جائے اور ایسے لوگ جو مغربی ماحول میں رہتے ہیں جو جاپان میں رہتے ہیں جو چین میں ہیں جو افریقہ میں جو غیر مسلم ریاستوں میں ہیں اور خود پاکستان میں جو ہیں اور اتنے لاکھوں افراد کو ایک بندہ ذکر کرائے تو اُس کا حشر کیا ہوتا ہوگا یہ اتنا آسان کام نہیں ہے کہ آدمی کی سمجھ میں آجائے بظاہر تو بندہ سلامت رہتا ہے لیکن اُسکی ہڈیوں کا چورہ بن جاتا ہے ایک ایک پٹھہ سرنگی کی تار کی طرح بجتا ہے اور پھر ہم چلیں اپنی رائے کے مطابق اُس پر اعتراض کرنے شیخ بھی انسان ہوتا ہے اُسے بھی گھر سے بھی پیار ہوتا ہے بیوی بچوں سے بھی پیار ہوتا ہے۔ اس کی ضروریات بھی ہوتی ہیں لوگوں کی شادیوں میں لوگوں کے دکھوں میں غموں میں، خوشیوں میں شریک ہونا اُسے بھی پڑتا ہے لیکن جب وہ اس جگہ پر آتا ہے تو مر چکا ہوتا ہے۔ لوگ تو لوگ رہ گئے بچوں کی خوشیوں میں شریک ہونے کی فرصت نہیں ملتی میں نے اپنی بچیوں کی شادیاں کیں اور ولیمے میں نہیں جا سکا اس لئے کہ اپنے لئے وقت بچتا ہی نہیں۔ قریبی عزیز فوت ہو جاتے ہیں اور بچے فاتحہ پڑھ آتے ہیں میرے پاس فرصت نہیں ہوتی کہ کسی کے فاتحہ کیلئے بھی بہت مشکل ہے۔

چوبیس گھنٹوں میں اپنے لئے چوبیس منٹ نہیں بچتے۔ اپنوں کیلئے چوبیس منٹ نہیں بچتے۔ بچوں سے ملاقات تب ہوتی ہے جب وہ یہاں آتے ہیں کیا یہ آسان کام ہے۔ اب چند دن نکال کر آتے ہیں تو کتنے کام آگے پیچھے کرنے پڑتے ہیں اور کتنا کتنا وقت تین دن دو دن نکالنے کیلئے کتنا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مجھے اس کا افسوس نہیں میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ نعمت نصیب فرمائی اور وہ دولت عطا فرمائی جس کا وہ مطالبہ کرتا ہے ''موتو قبل انت موتو'' موت سے پہلے مر کر دکھاؤ الحمدللہ یہ اللہ کا احسان ہے مجھ پر کہ میں برزخ میں جانے سے پہلے برزخ کی زندگی جی رہا ہوں اور یہ سب آپ لوگوں کیلئے اور صرف آپ لوگوں کیلئے ہے اب یہ آپ کی ہمت ہے کہ اس سے آپ کتنا استفادہ کرتے ہیں کتنی برکات حاصل کرتے ہیں۔ کتنا درد حاصل کرتے ہیں کتنی محبتیں ملتی ہیں آپ کو کتنی کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ راہ سلوک میں ہمارے پاس بھی ساری دولت شیخ رحمتہ اللہ سے وفا کی ہے اور تمہارے پاس بھی ساری دولت اپنے شیخ سے وفا کی ہے۔ بندہ عالم خلق کی چیز ہے انسانی روح ''کل روح من امر ربی'' عالم امر سے ہے عالم خلق میں اعمال کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اعمال انسانی بھی مخلوق میں علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں اور توجہ فرمائیں گے انسان مخلوق ہے انسانی بدن عالم خلق سے ہے۔ انسانی اعمال بھی مخلوق ہیں اور عالم خلق سے ہیں عالم خلق تک مخلوق کی رسائی ہے عالم خلق نویں عرش کی انتہا تک ہے جب نویں عرش کی انتہا آجاتی ہے اُس سے اوپر عالم امر ہے۔ عالم امر میں خلق کا دخل نہیں ہے مخلوق عالم امر میں قدم نہیں رکھ سکتی عالم امر میں عالم امر کے باسی کا کام ہے صرف روح پرواز کرتی ہے نویں عرش سے اوپر جتنی منازل کسی کو نصیب ہوتی ہیں اُن کا مدار اُس کے اعمال پر نہیں اُس کے اُس تعلق پر ہوتا ہے جو اُسے شیخ کے ساتھ نصیب ہے۔ اعمال اُس تعلق کو قائم رکھنے کا سبب ضرور بنتے ہیں۔ نیکیاں اللہ اور اللہ کے رسول اور شیخ کے ساتھ محبت کو

بڑھانے کا سبب بنتی ہیں اذکار اس تعلق کو قائم رکھنے کا سبب بنتے ہیں لیکن عالم امر میں ترقی شیخ کے ساتھ تعلق سے ہوتی ہے اور اُس کا کوئی ذریعہ نہیں ہے عالم امر میں عالم امر کی کیفیات کام آتی ہیں مخلوق عالم امر میں قدم نہیں رکھتی اور سارے اعمال مخلوق ہیں۔ انسانی مخلوق ہے اُس کے سارے اعمال ساری نیکیاں بھی مخلوق ہیں مخلوق کا خلق کا عالم امر میں گزر نہیں ہے لہٰذا یاد رکھیں اللہ جل شانہ کی محبت اور درد نبی کریم ﷺ سے عشق اور درد ہمیں شیخ کی محبت اور درد سے نصیب ہوتا ہے اور یہی درد دل عالم امر کے دوائر میں انسان کے سفر کی سواری بنتا ہے یہ نہیں کہ اعمال ضروری نہیں ہیں اعمال ضروری ہیں فرائض فرض ہیں۔ سنت سنت ہے واجب واجب ہے عمل ضروری ہے لیکن یہ سارا عمل جو ہے اس پر جو اجر ملتا ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کی صورت میں ملتا ہے وہ مزید مضبوط ہوتی ہے۔

ہمارے پاس اس کا ذریعہ شیخ کا وجود ہوتا ہے شیخ سے جتنی قلبی محبت ہوگی اتنا عالم امر میں سفر کر سکے گا جتنی اُس میں کمی آئے گی اتنا سفر رک جائے گا اور خراب کرے اُس میں کمی آئے تو عالم امر تو پھر بہت دور ہے پھر بات نیچے تک چلی آتی ہے اور باقی کچھ بھی نہیں بچتا چونکہ ساری عمارت کی بنیاد ہی وہ درد دل ہے اور یہ عام مسئلہ نہیں ہے یہ بہت سمجھنے کی بات ہے۔ بہت جاننے والوں کی بات ہے اور اسے جاننا صوفی کیلئے بہت ضروری ہے اُس میں میری ذات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اہمیت اُن کیفیات و برکات کی ہے جو بارگاہ رسالت سے نصیب ہوتی ہیں اور ان ذرائع کی حفاظت اُن کے حصول کیلئے ضروری ہے۔

اللہ کریم یہ برکات سب کو نہ صرف نصیب فرمائے بلکہ ان پر استقامت نصیب فرمائے اور انہیں برکات کے ساتھ قبر میں اُترنا اور یوم حشر کھڑا ہونا نصیب فرمائے یہ سرمایہ ہے برزخ کا یوم حشر کا اور یہی درد دل مقصد ہے انسانی حیات کا اُس کا رشتہ اللہ سے اللہ کے حبیب ﷺ سے استوار ہو اُس کے کردار پر اُس کی چھاپ لگے دنیا میں ہونا کیا ہے یہ اللہ کا کام ہے جہاں تک ہمارا بس ہے ہم غلبہ حق کیلئے اور ابطال باطل کی اپنی کوشش کرتے رہیں اپنے اعمال اپنی ذات پر اسلام نافذ کریں یہ سب سے زیادہ ضروری ہے اپنے بچوں کو تعلیم دیں دین کی بھی اور دنیاوی علوم کی بھی انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ قوت نافضہ حاصل کریں اور لوگوں کو اللہ کے عدل سے آشنا کریں محنت کریں بہت سے دوست اس دفعہ نہیں آسکے کچھ زلزلوں میں شہید ہو گئے اللہ سب کی مغفرت فرمائے کچھ کو اس موسم کی طغیانیوں اور طوفانوں نے روک لیا اور اُس میں گھر گئے اللہ اُن تک بھی ان برکات کا حصہ پہنچائے اللہ آپ سب کی محنت بھی قبول فرمائے اور آپ کو ہمیشہ اپنی ذات سے، اپنی محبت سے اپنے درد کے ساتھ زندہ رکھے یہ ایسا ایسی امانت ہے آپ کے پاس جسے آپ نے صرف سنبھالنا نہیں پہنچانا ہے جہاں تک ممکن ہو۔ اللہ کریم آپ سب کو اسکی ہمت دے قبول فرمائے اور زندگی اور موت حشر اور نشر میں حضور نبی کریم ﷺ کا اور اپنی رحمت کا ساتھ نصیب فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

............☆☆☆☆............

ذکر و معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ حصول

معرفت کا ذریعہ اگر ذکر ہے تو معرفت کا ماحصل بھی ذکر

ہے۔ جب معرفت باری کا کوئی شمہ نصیب ہو جائے تو عظمت

باری مستحضر ہوتی ہے اور آدمی اپنی بے بسی اور محتاجی کا مشاہدہ کرتا ہے اور

پھر اپنے وجود' اپنے کمالات' اپنے اعزازات سب اللہ کی عطا کے مختلف

مناظر بن کر سامنے آتے ہیں جو کثرت ذکر کا سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے

بیج درخت کے اگنے کا سبب بھی ہے اور اس کے پھل کے اندر پھر بیج ہی

حاصل ہوتا ہے' اسی طرح ذکر ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی' یہ تخم بھی

ہے اور ماحصل بھی لہٰذا اللہ کے احسانات کے پیش نظر

کثرت سے ذکر کرو۔

کنز الطالبین

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد' فون 041-2664028 041-2665971

اکرم التفاسیر سے اقتباس ......

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

انَّ الذین امنوا والذین ھادوا والنصرٰی والصٰبئینَ من امن باللّٰہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھُم اجرھُم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھُم یحزنُونَo واذ اخذنا میثاقکُم ورفعنافوقکُم الطور خذوا ما اتینکُم بقوۃ واذکُروا ما فیہِ لعلکُم تتقونo ثم تولیتُم من بعد ذلک فلو لافضلُ اللّٰہِ علیکُم ورحمتُہ لکُنتُم من الخٰسِرینَo

سورۃ البقرہ (آیت ۶۲ تا ۶۴)

ترجمہ :- ''بیشک جولوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور نصرانی اور صابی، جو ایمان لائے اللہ پر اور روز آخرت پر اور نیک عمل کرے تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جب تم سے اقرار لیا اور ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور اٹھایا، جو ہم نے تمہیں دیا ہے وہ مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ پھر اس کے بعد تم پھر گئے، پس اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تم پر، اور اس کی رحمت تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے''۔

خلاصہ تفسیر ومعارف

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصرٰی والصٰبئین من امن باللّٰہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھُم اجرھُم عند ربھم ولا خوفٌ علیھم ولا ھُم یحزنونo

جولوگ بھی ایمان لاتے ہیں، خواہ وہ بندہ مومن ہو جو ایمان لا کر مسلمان ہو یا ایمان لانے سے پہلے وہ یہودی ہو نصرانی یا بے دین ہو، والصٰبئین، یہ وہ لوگ ہیں جو دین سے کلیتہ دور ہوتے ہیں، جن کا کوئی دین نہیں ہوتا اور یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے پہ لگ گئے تو گویا یہودی نصرانی مشرکین یا بے دین، ان چار طبقوں میں مسلمانوں کے علاوہ تقریباً سارے فرقے آجاتے ہیں۔ یہود نصاریٰ کے علاوہ جتنے فرقے ہیں، اُن میں یا مشرک ہیں یا وہ لوگ ہیں جو کسی دین کے پابند نہیں نہ کسی دین پر ایمان رکھتے ہیں تو گویا دنیا بھر کے سارے فرقے ان میں شامل ہو گئے۔ اب اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیوں شامل رکھا گیا؟ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آگے جو مضمون آرہا ہے وہ سب کے لئے ضروری ہے۔ مسلمانوں کا صرف یہ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں اور کلمہ قبول کر لینا کافی نہیں ہے۔ کفر اور انکار کے مقابلے میں زبانی اقرار کر لینا اور دل سے مان لینا بدرجہا بہتر ہے لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی سلطنت میں کوئی قانون نافذ کیا جاتا ہے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس سے کوئی بندہ بھی، خواہ وہ ہمارا اپنا ہے یا پرایا، کوئی مستثنیٰ نہیں کوئی حاکم سلطان یہ کہہ دیتا ہے کہ میرے گھر والے ہوں، میرے عزیز واقارب ہوں یا عام آدمی یہ قانون

سب پر لاگو ہوگا اس ضمن میں بھی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مسلمان ہوں' یہود و نصاریٰ ہوں یا بے دین ہو کوئی بھی ہوں سیدھی سی بات ہے۔ من امن باللہ ان سب میں سے جس نے اللہ کے ساتھ ایمان قبول کیا اللہ کو اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات کے حوالے سے مانا' اللہ کو ایسا مانا جیسے اللہ کا رسول ﷺ ماننے کا حکم دیتے ہیں اور وہی یقین اسے یوم آخرت اور حساب کتاب پر ہے۔ والیوم الاخر۔

عمل شرط ایمان ہے

وعمل صالحاً اور اپنی زندگی کو بدل لیتا ہے اُس کا کردار اور اُس کے اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی تہذیبیں انسانوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اپنی اپنی معاشرت' اپنے اپنے طرز زندگی اور اپنی اپنی تہذیب کو ہر شخص بہت اچھا کہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں سب کے نزدیک اُن کی اپنی تہذیب صالح ہے۔ وہ ہمیں پسند آئے یا نہ آئے لیکن جو اس تہذیب کے پیروکار ہیں اور اس پر چلنے والے ہیں وہ اُس کو صالح سمجھتے ہیں۔ لیکن صلاحیت کا اصل معیار کیا ہوگا؟ صلاحیت کا معیار ہے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے قرآن کریم اور قرآن کریم کی زندہ تفسیر ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ حبیبہ حبیب کبریا اُم المومنین حضرت عائشہ الصدیقہؓ سے کسی نے عرض کی کہ یا اُم المومنین حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اعلیٰ ترین اخلاقی قدروں کی تکمیل کے لئے اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ وہ اعلیٰ ترین قدریں کیا ہیں؟ آپ ﷺ کے در دولت پہ آپ ﷺ کے ہمراہ جتنا وقت بسر کیا اور ایک ایک ادا کو آپؓ نے نوٹ کیا' سمجھا اور اُمت تک پہنچایا' لہٰذا آپ ﷺ کے مکارم اخلاق' اخلاقیات کی بلندی اور انتہائی بلندی کے بارے میں' آپ ﷺ کے معمولات عالی میں سے کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپؓ نے بڑا خوبصورت' بڑا مختصر سا جواب دیا' فرمایا کان خلقهُ القران. آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کو سمجھنا ہے تو قرآن کریم پڑھنا شروع کر دو۔ جو کام کرنے کا قرآن نے حکم دیا جس انداز سے کرنے کا حکم دیا اور جو انداز اللہ کو پسند تھا وہ رسول اللہ ﷺ بجالاتے تھے اور جس کام سے کتاب اللہ نے روک دیا اور جو بات اللہ کو پسند نہیں حضور ﷺ وہ نہیں کرتے تھے۔ تو اگر آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے واقفیت حاصل کرنا چاہو تو قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دو۔ قرآن جو کرنے کے لئے کہتا ہے حضور ﷺ کرتے تھے' جو کرنے سے روکتا ہے حضور ﷺ اُس سے رُک جاتے تھے۔

سو فرمایا' یہ بات صرف زبان کی ہی نہیں ہے۔ ہمارے آئمہ دین نے' تمام اکابر علماء نے ایمان عمل کو قرار دیا ہے۔ محدث' مفسرین' فقہاء اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جیسے محدثین اس بات پر جمے ہوئے ہیں کہ ایمان عمل کا نام ہے۔ اگر ایک شخص کہتا بھی ہے کہ میں نے کلمہ پڑھ لیا اور وہ کلمے کو قبول بھی کرتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا تو اُس کا کلمہ قابل قبول نہیں ہے۔ آئمہ فقہ میں سے امام مالک' امام شافعی' امام احمد رحمتہ اللہ علیہم سارے اس بات پر متفق ہیں سوائے امام ابو حنیفہؒ کے وہ فرماتے ہیں کلمہ پڑھنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ میں مسلمان ہوں' یہ بھی تو ایک عمل ہے لیکن اُس کے بعد وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ عمل کرنے کے بعد عملی زندگی میں اسلام کی پرواہ نہیں کرتا تو اُسے جیل میں بند کر دیا جائے جب تک وہ عمل اختیار نہیں کرتا' اُسے چھوڑا نہ جائے اور اگر اُس بے عملی میں مر جائے تو پھر وہ بھی فرماتے ہیں کہ اُس کا جنازہ پڑھا جائے نہ اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس لئے کہ قرآن حکیم نے ایمان اور عمل کو متصل بیان کیا ہے۔

انسانیت کی آڑ میں دین سے فرار

آپ الم سے والناس تک پڑھ جائیں جہاں ایمان کی بات آئے گی ساتھ عمل کی بات آئے گی۔ والذین امنو وعملو الصلحت۔ اب ہمارے زمانے میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ٦٢ کا جو ترجمہ کیا جاتا ہے وہ آیت کے خلاف ہے۔ آج یہ کہا جاتا ہے۔

''کہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا بے دین ہو جو بھی بھلے کام کرے گا وہ جنتی ہے۔''

یہ اس دور کے روشن خیال محققین اور جدید معاشرے کا ترجمہ ہے' جن کا ایک طرح سے مذہب انسانیت ہے یہ ایک نیا مذہب نکلا ہے جس کے علمبردار ہمارے نام نہاد دانشور بیشتر شاعر' ادیب' اور اس طرح کا ایک طبقہ ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انسانیت ہے کیا۔ اللہ کریم نے یہ فیصلہ دیا کہ جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا جو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتا جو حقائق کو نہیں مانتا اُس کا اتباع نہیں کرتا اولیک کالا نعام بل ھُم اضلُ. وہ تو چوپاؤں کی طرح ہے' جانوروں کی مثال ہے' کھایا' پیا' پیٹ بھرا' بچے پیدا کئے' مر گیا۔ یہ تو جانوروں کی زندگی ہے بلکہ فرمایا بل ھواضلُ وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ جانوروں میں تو وہ صلاحیت ہی نہیں تھی لیکن اللہ نے انہیں انسان پیدا کیا اور پھر انسانی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ اُس کے باوجود یہ زندگی جانوروں کی طرح گزار رہے ہیں تو یہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اسلام انسانیت کا درس دیتا ہے اور انسانیت بنی نوع آدم کو اسلام نے ہی عطا کی۔ آدم علیہ السلام تک ہر نبی نے جو دین عطا فرمایا بنیادی طور پر وہ سارا اسلام ہی تھا لیکن بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد دین کی تکمیل ہو گئی اور یاد رکھو!

خبر اور احکام

دین کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ ہے خبر اور ایک حصہ ہے اوامر ونواہی۔ خبر میں تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ اگر خبر میں تبدیلی ہو تو دو میں سے ایک غلط ثابت ہوتی ہے۔ ایک خبر آئی ہے دوسری خبر اُس سے متصادم ہے تو دو میں سے ایک سچی ہوگی' دونوں سچی نہیں ہوتیں۔ خبر ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے' یہ خبر ہے کہ آخرت ہے' حساب کتاب ہے' جنت دوزخ ہے' ملائکہ ہیں' فرشتے ہیں' ان کا وجود ہے' یہ خبر ہے۔ شیاطین ہیں اور وہ گمراہ کرتے ہیں یہ سب کچھ خبر ہے۔ خبر وہی ہے جو آدم علیہ السلام نے دی۔ ہر نبی کے دین میں کلمے کا پہلا جزو لا الہ الاللّٰہ ہے اس لئے کہ یہ خبر ہے۔ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ۔ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ۔ لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ۔ لا الہ الا اللہ اسمٰعیل ذبیح اللہ۔ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے جو کلمہ عطا فرمایا اُس کا پہلا جزو خبر ہے دوسرا اُن کی رسالت کے بارے ہے۔ اب رسالت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ احکام اور زندگی کا نصاب دے۔ رسول وہ ہے جو اللہ کی پسند کے مطابق زندگی کا نصاب عطا فرمائے۔ دعوت الی اللہ دے۔ لوگوں کے دلوں کو پاک کرے اور انہیں تعلیم کتاب وحکمت دے۔

لہٰذا ہر نبی نے اپنے زمانے میں جو احکام دیے وہ اُن کے لئے تھے جن کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور اُن کے زمانے کے لئے تھے۔ اب نئی نبوت آ گئی' احکام بدل گئے تھوڑا بہت اُس میں ردوبدل ہو گیا' لوگوں کے مزاج کے مطابق لوگوں کے رواج کے مطابق اُن کی قوت برداشت کے مطابق' آج ایک آدمی کے لئے حکم ہے' اسے قید کردو کل اُسکے لئے حکم آ سکتا ہے' اسے چھوڑ دو' تو دونوں حکم صحیح ہیں آج اُس کا قید کرنا صحیح ہے کل اُس کا رہا کرنا صحیح ہے' احکام بدلتے رہتے ہیں اور اپنے وقت پہ سارے صحیح ہوتے ہیں۔ لیکن جب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ ساری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہٰذا پہلے تمام احکام منسوخ ہو گئے اور زندگی کے ہر

عمل میں وہ حکم میسر ہو گیا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمادیا' آپ ﷺ نے دیکھا اور پسند فرمایا' آپ ﷺ نے دیکھا اور منع نہیں کیا' آپ ﷺ نے کوئی کام کرنے کا حکم دیا' یہ ساری باتیں کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی ادائیں ہیں اور یہ ساری تفسیر ہے قرآن کریم کی!

فضیلت صحابہ

قرآن کے حوالے سے کوئی بات کرے تو اُس سے ایک بات ضرور پوچھی جائے کہ جب حضور ﷺ نے یہ آیت بیان فرمائی تھی تو کیا صحابہ نے یہی مفہوم سمجھا تھا جو آپ بیان کر رہے ہیں اور اگر صحابہ نے یہ مفہوم نہیں سمجھا تھا تو پھر آپ غلطی پر ہیں۔ قرآن کا ترجمہ منطق سے کرنا صرف ونحو کے زور پر کرنا احکامات وروایات کے زور پر کرنا درست نہیں ہے ورنہ عرب تو اپنی زبان پہ ناز کرتے تھے اور باقی دنیا کو عجم کہتے تھے۔ عجم کا معنی ہوتا ہے بے زبان گونگا۔ وہ کہتے تھے زبان ہے ہی عربوں کے پاس' باقی لوگ تو عجمی ہیں' سارے گونگے ہیں' ان کے پاس زبان کہاں سے آئی! لیکن جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو عرب کے وہ چنے ہوئے لوگ جنہیں اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی معیت کے لئے منتخب کر لیا' اس کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے آپ ﷺ کی طرف سے دیکھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے فضائل لکھتے ہیں تو ایک جگہ وہ یوں رقمطراز ہیں کہ ایک آدمی وہاں دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی اُس کے خمیر کیلئے بنیادی طور پر حاصل کی جاتی ہے' وہیں اُس کی قبر بنتی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ عجیب بستی ہے کہ جن لوگوں کو رفاقت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ نے منتخب فرمایا' وہ سب مدینہ منورہ میں دفن ہوئے' گویا اس سرزمین سے اُن کے خمیر کی مٹی اللہ نے لی تھی۔ یہ کیسی خوش نصیب مٹی ہے اور اللہ کو یہ کتنی محبوب ہے۔ اور بے شمار فضائل لکھنے کے بعد ایک عجیب فضیلت شاہ ولی اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو اللہ نے چن لیا' جن میں اکابر صحابہ خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ شامل ہیں' وہ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ عجیب مٹی ہے کہ جسے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ہمراہیوں اور ساتھیوں خادموں یا نیازوں کے لئے ازل سے پسند فرمایا۔ تخلیق ہی اس لئے کی کہ یہاں وہ سب بندے کھڑے کروں گا جو میرے نبی ﷺ کا ساتھ دیں گے' کیا عجیب بات ہے۔

کلمہ طیبہ کا اعجاز

مسلمانو! تم بھی سن لو! جو مسلمان نہیں ہیں' وہ مشرک ہیں یہودی نصاریٰ ہیں یا بے دین ہیں جو کسی دین پہ یقین نہیں رکھتے۔ کلمہ طیبہ میں ایک ایسی برقی رو ہے' ایک ایسا نور ہے' ایک ایسی تجلی ہے کہ جب کوئی کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ تو اُس سے پہلے کی ساری برائیاں' سارے گناہ اور سارے کفر وشرک ہر چیز ایک لمحے میں مٹ جاتی ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ابھی دنیا میں وارد ہوا۔ اب اُس کی مرضی کہ وہ واپس وہی ظلمت اپنے اوپر لادنا چاہتا ہے یا آگے نور کا سفر کرنا چاہتا ہے۔

ایک روایت ہے اور یہ حدیث صحیح ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنتہ اوکما قال رسول اللہ ﷺ کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اب عہد حاضر کے لوگوں نے اس کا ترجمہ یہ بنا لیا کہ کلمہ پڑھ لینا کافی ہے' عمل کی ضرورت نہیں۔ یاد رہے! اس کا مفہوم حضور اکرم ﷺ کے دوسرے ارشاد سے واضح ہوتا ہے جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ہمرکاب جنگ بدر میں شرکت فرمائی' آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اہل بدر جنتی ہیں اب اس کے بعد چاہیں وہ کچھ بھی کریں۔

بڑا عجیب ارشاد عالی تھا۔ عقل انسانی کی جہتیں تو بے شمار ہیں وہ کیا کیا سوچتی ہیں' آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اگر وہ گناہ کریں' اگر وہ چوری کریں یا وہ کفر کر بیٹھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کچھ بھی کریں میں نے قید کوئی نہیں لگائی۔ محدثین اس پہ پھر بحث کرتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے' اللہ کا حکم ہے کہ جو شرک یا کفر پہ مرے گا میں اسے نہیں بخشوں گا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں کوئی قید نہیں ہے کہ کفر و شرک نہ کریں اور جو چاہے کرتے رہیں' فرمایا جو بھی کریں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اللہ جسے اہل جنت قرار دے دیتا ہے' نبی ﷺ نے جس کی خبر دی ہے کہ یہ جنتی ہے' اُسے وہ اُسی عمل کی توفیق دیتا ہے جو اہل جنت کو سزاوار ہے' وہ اُس کے خلاف عمل کرتا ہی نہیں' اُسے اور عمل کرنے کا خیال ہی نہیں آتا' اللہ کریم اُس کے دل سے وہ چیزیں نکال دیتا ہے' اُس کا عمل اہل جنت کا عمل بن جاتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد اختلاف ہو' دو آراء ہو جائیں اور اہل بدر میں سے کوئی ایک بندہ زندہ ہو اور باقی ساری اُمت ایک رائے پہ متفق ہو جائے اُس ایک بندے کی رائے اُس سے مختلف ہو عمل اُس کی رائے پر کرنا جو بدر والا دے رہا ہے اس لئے کہ وہ جنتی ہے' اُس کی رائے غلط نہیں ہو سکتی اور اللہ اُس کے دل میں وہی بات ڈالے گا جو حق ہے اب اس طرف آیئے۔ من قال لا الہ اللہ دخل الجنتہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ صدق دل سے کہنے والا جنت میں داخل ہو گیا۔ اب اُسے جنت کو دل میں بسا لینا ہے' جنت کا کھانا ہے یعنی حلال کھانا ہے' حرام سے بچنا ہے' اہل جنت کا کردار اپنانا ہے' باحیا ہونا ہے' بے حیائی سے بچنا ہے' سچ بولنا ہے' جھوٹ سے بچنا ہے اُس کا کردار اہل جنت کا ہونا چاہئے۔ اگر جنت میں داخل ہونے کے بعد عمل کی دنیا میں جنت سے بھاگ کر دوزخیوں کے ہمراہ مل گیا تو پھر جنت میں کیسے جائے گا؟ وہ تو بھگوڑا ہو گیا۔ اسی لئے شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ کافر اسلام قبول نہیں کرتا تو اُس کے انسانی حقوق بحال ہیں اُس کی عزت کی حفاظت کی جائے' جان و مال کی حفاظت کی جائے' اُس کے روزگار کا خیال کیا جائے اُس کے بچوں کی تعلیم کا خیال کیا جائے' بیماری کی صورت علاج معالجے کے انسانی حقوق کافر کو بھی حاصل ہیں لیکن مرتد کا کوئی حق نہیں۔ مرتد کو قتل کیا جائے کہ جنت کا بھگوڑا ہے اور یہ وہ جرم ہے کہ جسے اللہ یہ عظمت عطا کرے اور وہ اللہ سے بغاوت کر کے بھاگ جائے! فرمایا اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی' اسے قتل کر دیا جائے اس لئے مرتد کی سزا قتل ہے۔

تو اس آیت کریمہ سے لوگوں نے یہ آسانی ڈھونڈ لی ہے کہ مسلمان ہونا کوئی شرط نہیں۔ یہودی ہو' نصرانی ہو' ہندو ہو' مذہب تو انسانیت ہے' جو بھی بھلا کرے گا وہ جنت میں چلا جائے گا۔ ایسا ہر گز نہیں ہوگا! جنت اللہ کے مقرب بندوں کا گھر ہے' نافرمانوں کا نہیں۔ جن میں ایمان ہی نہیں اُن کا نہیں' اُن کا گھر دوزخ ہے۔ ہاں ایمان لانے سے پہلے خواہ وہ مشرک ہے' کافر ہے' یہودی ہے' نصرانی ہے یا بے دین ہے۔ من امن باللہ جو اللہ پر ایمان لایا والیوم الاخر اور آخرت کو صدق دل سے قبول کر لیا وعمل صالحاً اور پھر اُس کے اعمال محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سانچے میں ڈھل گئے۔ فلھُم اجرھُم عند اللہ ربھُم۔ اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اُن کے پروردگار کے پاس ولا خوف' علیھم ولا ھوُم یحزنون. نہ تو انہیں آئندہ کا کوئی خوف ہوگا اور نہ گذشتہ پہ افسوس ہوگا جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور زندگی کو سنت خیر الانعام ﷺ کے مطابق ڈھال لیا تو جو گزر گئی اُس پر انہیں رنج نہیں ہوگا کہ اُس کی تلافی بھی کر دی جائے گی۔ آنے والے حالات کا انہیں ڈر نہیں ہوگا کہ اُس میں بھی انہیں اللہ کی رحمت دستگیری فرماتی نظر آئے گی۔

سزا کا تصور اور اہل اقتدار کی ذمہ داریاں

واذا اخذنا میثاقکُم ورفعنا فوقکُم الطور خذو ما اتینکُم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکُم تتقون ٥ پھر بنی اسرائیل کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ ایک موقع پر جب تم صرف زبانی کلمہ پڑھ رہے تھے عملی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور تم نے شریعت کو ترک کر دیا تھا تو اللہ نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تم پر معلق کر دیا کہ یا تو اپنا عمل درست کر و یا یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔

واذا اخذنا میثاقکُم ورفعنا فوقکُم الطور. ہم نے تم پر کوہ طور کو معلق کر دیا اور تم سے وعدہ لیا اور فرمایا خذوا ما اتینکُم بقوۃِ. جو کتاب موسیٰ علیہ السلام لائے ہیں اور جو دین موسیٰ علیہ السلام نے دیا اُسے پوری مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس کتاب میں ہے اسے یاد کرو، اس پر عمل کرو تا کہ تم متقی بن سکو۔ یہ عجیب بات ہے! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ ایک اصول ہے کہ دین میں اکراہ نہیں ہے، زبردستی نہیں ہے تو ان پر تو زبردستی کی گئی، طور اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا کہ اب نہیں مانتے تو پہاڑ کے نیچے کچلے جائیں گے۔ سب نے توبہ کی، وعدے کئے، عہد کئے کہ آئندہ دین کے مطابق زندگی گزاریں گے یاد رہے کہ دین منوانے کیلئے کوئی زبردستی نہیں ہے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ بنوک شمشیر کسی سے کہے، کلمہ پڑھو نہیں تو قتل کر دوں گا، اس کی اجازت نہیں ہے۔ کلمہ اُس کی اپنی پسند ہے، وہ مشرک ہے، کافر ہے یا ایمان لانا چاہتا ہے، یہ اُس کا اور رب العالمین کا معاملہ ہے لیکن ایمان لانے کے بعد اگر ترک عمل کرتا ہے تو پھر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اُس پر زبردستی کرے یا اس پر اسے سزائیں دے جس نے مرضی سے اسلام قبول کیا ہے اُس سے اسلام پر عمل کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے، پھر وہ سزا کا بھی مستحق ہے اور زبردستی کا بھی کیونکہ اُس نے اپنی پسند سے دین اختیار کیا۔ قانون کیمطابق قاضی جو بھی اسے سزا دے گا وہ درست ہوگی، جب تک وہ اپنا عمل درست نہیں کرتا اور یہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو خود کو حکمران یا حاکم یا حکومت کہتے ہیں۔

اب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہماری حکومتیں عملی دنیا سے سب سے زیادہ دور ہوتی ہیں۔ بدقسمتی کی حد دیکھئے اور اُس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب حکومتوں کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو ہم انہی لوگوں کو منتخب کرتے ہیں جو دین سے دور ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا اپنا انتخاب ہے اس لئے کہ ہم خود بھی دین سے دور ہیں۔ ہمارے نزدیک دین کی اہمیت نہیں ہے اور وطن عزیز میں یہ ایک عجیب سوچ بن گئی ہے۔ ایسے لوگ جنہوں نے زندگی میں تھانہ نہیں دیکھا اور شاید مرتے دم تک تھانے نہ جائیں وہ اپنا ووٹ ایسے بندے کو دیتے ہیں کہ میں کل جرم کروں گا تو یہ تھانے میں میری مدد کرے گا۔ عجیب بات ہے کہ تم نے کیا نہیں، کرنے کا ارادہ نہیں تو جو شخص تھانے میں جرائم کی پشت پناہی کرے گا، کیا وہ خود دین دار اور نیک ہوگا؟ وہ تم سے بڑا مجرم ہوگا، تم اُس کی جماعت میں جا رہے ہو، تم سپولیے ہو، ایک بڑے سانپ کی گود میں جا رہے ہو بڑے سانپ تو چھوٹے کو کھا جاتے ہیں۔ تم کس موت کے منہ میں جا رہے ہو؟ ہمارا اپنا کردار ہماری بدقسمتی ہے، ہم خود بنیادی طور پر سوچ ہی غلط رکھتے ہیں اور عمل بھی غلط ہے۔ سادہ سی بات ہے جس نے کلمہ پڑھ لیا اُس پر نماز بھی فرض ہے۔ نہیں پڑھے گا تو سزا پائے گا۔ روزہ فرض ہے، بغیر عذر شرعی چھوڑے گا تو سزا پائے گا۔ اسی طرح اخلاقیات سے لے کر کردار تک ایک لائحہ عمل ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرما دیا۔ جہاں سے کوئی چھوڑے گا، اس پر عمل کرانا حکومت اور حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ میں اور آپ لوگوں کو قتل کرنا، دُرے مارنا اور لوگوں کو ایذا دینا شروع کر دیں۔ یہ حکمرانوں کی اور

حکومت کی ذمہ داری ہے۔ انہیں بھی کل اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے۔ اگر اپنی ذمہ داری پوری نہیں کریں گے تو جواب دیں گے۔ ہمیں قانون ہاتھ میں لینے کا اختیار حاصل نہیں ہے کہ ہر بندہ فیصلہ کرے۔ ایک آدمی سڑک پہ قتل کرتا ہے اور قاتل کی سزا موت ہے۔ دوسرا اس لئے اُسے قتل کر دے کہ یہ قاتل ہے تو وہ بھی قاتل کہلائے گا۔ اُسے بھی سزا ملے گی' چونکہ اس کے پاس اُسے سزا دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر اُسے عدالت پھانسی چڑھا دیتی ہے تو جج پر تو قتل کا مقدمہ نہیں بنتا بندہ تو اُس نے بھی مار دیا۔ اس لئے کہ اُس کے پاس عدالت ہے' اُس کے پاس اختیار ہے' حکومت کی طرف سے اجتماعی معاشرے کا جو مرکز ہے' اُس کی طرف سے اُس کے پاس اختیار ہے کہ مجرم کو سزا دے' وہ سزا کہلائے گی میں اور آپ کسی قاتل کو قتل کر دیں گے تو یہ ایک اور قتل ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی دین پر عمل نہیں کرتا تو اُسے سزا دینے کا اختیار میرے اور آپ کے پاس نہیں ہے جس کا آج رواج ہو گیا ہے کہ اُس کا عقیدہ صحیح نہیں ہے' اُسے گولی مار دو اور اُس کا طریقہ صحیح نہیں ہے' اُسے تباہ کر دو اور یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ یہ ثواب کا نہیں عذاب کا کام ہے۔ اللہ کی مخلوق کے لئے باعث ایذا بنتا ہے اور بلا اختیار کسی کو قتل کرنا' ایک قتل ایسا ہے جیسے انسانیت کو قتل کرے۔ فرمایا! اے بنی اسرائیل یاد کرو کہ تم ایسے بے عمل اور نکمے لوگ تھے کہ اپنے نبی کی موجودگی میں تم نے عمل سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ہم نے تم پر طور مسلط کر دیا' لٹکا دیا کہ اگر تم وعدہ نہیں کرتے کہ شریعت پر عمل کرو گے تو یہ تم پر گرا دیا جائے گا۔

واذا اخذنا میثاقکُم. جب ہم نے تم سے عہد لیا **خذو اما اتینکُم بقوةٍ واذکرو اما فیہِ لعلکُم تتقون.** قوت سے پکڑو دین کو اور جو کتاب دی اُس پر عمل کرو تا کہ اللہ رب العالمین سے تمہارا رشتہ استوار ہو جائے اور تمہارا ایک ایسا تعلق بن جائے جسے تقویٰ کہتے ہیں تم اپنے مالک کو اپنے ساتھ محسوس کرو کہ ونحنُ اقربُ الیہ من حبل الورید۔ میرا مالک' میرا پروردگار' میرا معبود برحق' میری رگ جاں سے قریب میرے ساتھ ہے۔

ثم تولیتُم من بعدِ ذٰلک. تم ایسے بدبخت ہو کہ اس کے بعد پھر وعدے سے پھر گئے۔ **فلولا فضل للہ علیکُم ورحمتہ' لکنتُم من الخٰسرین.** لیکن اللہ کا نبی تم میں موجود تھا تمہاری اس بدعہدی کے بعد اللہ نے تم پر رحم فرمایا اگر وہ تم پر اپنا فضل اور اپنی رحمت نہ فرماتا' ہرگز نہ فرماتا' تو تم تباہ ہو جاتے اور دین و دنیا' دونوں کھو بیٹھتے یعنی بہت بڑے خسارے' بہت بڑے نقصان میں چلے جاتے۔ اللہ کریم نے تمہاری اس بدعہدی کے بعد بھی تم پر احسان فرمایا۔

اب ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ ہم کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن عملی زندگی میں کیا کر رہے ہیں؟ اس کے باوجود اُس کا کرم ہے کہ ہماری شکلیں مسخ نہیں ہوتیں' اُس کا کرم ہے کہ ہمارے عیوب دنیا پہ ظاہر نہیں کرتا اُس کا احسان ہے کہ ہمیں زندگی اور زندگی کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ تو آدمی اتنی کریم ذات' اتنے کریم نبی ﷺ اور اتنے خوبصورت دین کو چھوڑ بیٹھے تو اس سے زیادہ بدقسمتی کیا ہے!

وآخردعونا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

☆☆☆

اس پوری کائنات میں انسان ایسی مخلوق ہے جو اللہ کریم کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسان کے اس مختصر سے وجود میں اللہ کریم نے وہ خصوصیات رکھی ہیں، وہ متضاد اوصاف رکھے ہیں کہ یہ صرف اسی کا کام ہے اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ مٹی، پانی، آگ اور ہوا کو یکجا کر کے اس میں روح پھونکی اور یہ پانچ اجزا انسان کے اجزائے ترکیبی قرار دیے۔ حکما اور اطباء کی نگاہ تو ان پانچ اجزا تک ہی پہنچی مگر اہل دل کا کہنا ہے کہ انسان کے اجزائے ترکیبی پانچ نہیں دس ہیں۔ چار اجزا تو مادی ہیں نفس ان کی آمیزش سے پیدا کیا اور پانچ دوسرے اجزا پانچ لطائف ہیں جو عالم امر کی چیز ہے۔ یہ ایک عجیب آمیزہ ہے کہ مادہ کی انتہائی ٹھوس چیز کے ساتھ عالم امر کی لطیف ترین شے کو اس طرح ملایا کہ انسان کو عالم امر اور عالم خلق دونوں کی نمائندگی کا شرف عطا فرمایا۔

کنزالطالبین

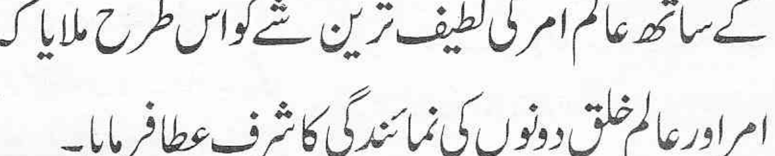

تعاون

احمد دین

ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد، فون 041-2667571-2

سوالِ و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 10-08-2006

سوال:- شریعت میں عمامہ کی کیا حیثیت ہے؟

جواب :- یہ کونسا سوال ہے بھئی! نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک ہمیشہ پگڑی پہننے کی تھی اور عموماً ٹوپی پر حضور ﷺ پگڑی پہنتے تھے۔ ایک سادہ سی بات ہے دونوں صحیح ہیں۔ لیکن یہ امور عادیہ ہیں، سنن عادیہ ہے۔ سنتیں دو طرح کی ہیں ایک وہ سنت ہے جو عبادت ہے جس کا اتباع ضروری ہے اور جس کے خلاف کیا جائے تو گناہ ہے اور دوسری ہیں امور عادیہ۔ عادت مبارکہ جو ہے جس کا اتباع بہت مبارک ہے اور ایسا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ حکم نہیں ہے۔ عادات مبارکہ جو ہوتی ہیں وہ اپنے عہد اپنے زمانے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں تو اُس عہد میں تو غالباً سر سے ننگا رہنا یا بغیر پگڑی کے رہنے کا کوئی رواج ہی نہیں تھا، کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ ٹوپی پر ہی آپ ﷺ پگڑی باندھتے تھے کبھی وہ کلاہ قسم کی ٹوپی عموماً ہوتی تھی جس طرح کلاہ پہنا جاتا ہے۔ تو پگڑی مبارک ہوتی تھی ٹوپی پر۔ آجکل جو رواج ہو گیا ہے، نماز میں یہ ضروری ہے کہ جو لباس پہن کر آپ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے وہ لباس پہن کر نماز مکروہ ہے۔ جس طرح آپ عام آدمی سے ملنے کے لئے لباس کا اہتمام کرتے ہیں اُس طرح اہتمام نماز کے لئے ہونا چاہئے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ نماز کے لئے جو بھی ہو گیا ٹھیک ہے اور کسی سے ملنا ہو تو اور۔ مساجد میں میں نے دیکھا ہے وہ پٹھوں سے بنی ہوئی ٹوپیاں پھٹی ہوئی اور کالی سیاہ ہوئی ہوتی اور بڑی وہ اُس طرح سے پڑی ہوتی ہیں تو اُن کے پہننے سے نماز مکروہ ہے۔ یہاں بھی لوگوں نے جمع کی تھیں میں نے تنور میں پھینکوا دیں کہ اپنا جو لباس ہے وہ پہنے۔ اگر سر پر کوئی چیز نہیں ہے تو یہ رومال جو ہے اُسے نکال کر باندھا جاتا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے اگر سر کے لئے کچھ نہیں ہے تو ننگے سر پڑھ لیں وہ بہتر ہے لیکن کوئی ایسی صورت نہیں ہے اگر سر کے لئے کچھ نہیں ہے تو ننگے سر پڑھ لیں وہ بہتر ہے لیکن کوئی ایسی صورت نہ بنائیں جو ناپسندیدہ ہو۔ چونکہ کسی شخص کو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی محفل میں جاتے ہوئے یا کسی شریف آدمی سے ملتے ہوئے سر پر وہ رومال باندھ لے۔ یہ کوئی مناسب لباس نہیں ہے۔ یہ رومال باندھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ سر ڈھانپنا کوئی نماز کی شرائط میں سے نہیں ہے اور نہ مرد کا سر ستر عورت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ سر پر پگڑی ہو ٹوپی کے اوپر پگڑی ہو صرف ٹوپی ہو تو بھی درست ہے لیکن اگر مناسب ٹوپی یا مناسب پگڑی نہ ہو کہ یہ جو عارضی انتظام ہے کہ جیب سے رومال نکالا اور تکونہ کر کے باندھ لیا یا مسجد میں پرانی ٹوپیاں پڑی ہیں وہ پہن لیں یہ ٹھیک نہیں۔ اس سے بہتر ہے ننگے سر پڑھ لے وہ درست ہے ہر عہد کی اپنی اپنی عادات ہوتی ہیں اُس عہد کے کھانے جو تھے اُن کا طریقہ اور تھا اُس عہد کے جو سونے کے بستر تھے یا چارپائیاں یا مکان کمرے تھے وہ اور تھے تو یہ سب امور عادیہ ہیں یہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس میں حلت و حرمت اور جائز و ناجائز شرط ہے جائز ہو شرعی طریقے سے حاصل کیا گیا ہو تو امور عادیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو سنتیں عبادات ہیں اُن کا اتباع ضروری ہے اُن کا ثواب بھی ہے ترک کرنے کا گناہ بھی ہے۔ کالر کا

ہونا یا یہ چیزیں کوئی حرج نہیں ہے۔ شلوار نبی کریم ﷺ نے استعمال نہیں فرمائی لیکن پسند فرمائی ہے۔

یہاں جہاں اب اُردن کی ریاست ہے وہاں ایک قدیم شہر ہوتا تھا جو بعد میں تباہ ہو گیا اور مرورِ زمانہ نے اُس پہ مٹی کے حساب سے مٹی ڈال دی۔ تو وہ کوئی دو سال پہلے ایک کھدائی میں پھر وہ شہر برآمد ہوا۔ وہ شہر ایک بین الاقوامی منڈی ہوتا تھا۔ اِدھر سے ہندوستان کے تاجر بھی بہت جاتے تھے۔ چین تک کے تاجر وہاں جاتے تھے اور مغرب سے بھی لوگ وہاں آتے تھے وہ مرکزی منڈی ہوتا تھا۔ تو اُس میں یہ شلوار پہننے والے لوگ بھی جاتے تھے اور نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے پسند فرمائی ورنہ حضور ﷺ نے ساری عمر تہبند باندھا ہے تو بنیادی طور پر لباس جو ہوتا ہے وہ بدن ڈھانپنے کے لئے ہوتا ہے اور اس لئے بھی ہوتا ہے کہ آدمی کی حیثیت کے مطابق اُس کا عزت واحترام بھی برقرار رہے اب اُس میں یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ جس طرح اُس عہد میں تہبند باندھا جاتا تھا وہی باندھا جائے جس طرح اُس عہد میں وہ لمبے کرتے ہوتے تھے اب ایک موسم کی اور ملک کی بھی ہے۔ عرب عموماً کمر کے ساتھ بھی ایک پٹکا باندھ کے رکھتے تھے گردن ڈھانپ کے رکھتے تھے صحرائی علاقہ ہے اور گردن پہ وہ سورج پڑتا تو وہ ہیٹ سٹروک Heat Stroke ہونے کا امکان ہوتا تھا۔ آج بھی جو عربوں میں رواج ہے کہ رومال اس طرح رکھتے ہیں یہ قدیم سے آ رہا ہے.........

بعض حضرات پتلون سے بڑے الرجک ہیں لیکن پتلون اہلِ مغرب نے بھی مسلمانوں سے لی ہے یہ قدیم ترکوں میں رواج تھا وہ آج بھی ہے کہ وہ پتلون نما ہی شلوار بناتے ہیں اور قمیض اندر دے کر اُس کے اوپر انہوں نے وہ کس کے باندھی ہوتی ہے تو آپ حضرات نے عمرے میں حج میں اب بھی آج بھی آپ نے ترکوں کو دیکھا ہوگا جو دیہاتی آتے ہیں ترک لوگ تو انہوں نے اُسی طرح جس طرح پتلون ہوتی ہے اُسی طرح کی وہ شلوار پہن کر کرتہ اندر کر کے اوپر باندھی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اُسے اہلِ مغرب نے مسلمانوں سے اپنایا کہ یہ میدانِ جنگ میں اور اُس میں حرکت میں یہ ڈھیلے ڈھالے لباس کی نسبت بہتر رہتی تھی پھر خصوصی طور پر فوجوں میں زیادہ اسے اپنایا گیا۔ تو ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس میں کوئی شرعی حرمت وارد ہوتی ہو۔ یہ تو خواہ مخواہ لوگوں پر وہ تنگی کرنیوالی بات ہے۔ تو لباس مبارک یا روزمرہ کا سارا جو سارے حضرات چائے پیتے ہیں تو یہ چائے وہاں کب تھی۔ اب یہ تو نہیں کہ چائے پینا منع ہو گئی ہے یہ چونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی یا اس طرح کی جس طرح کی ہانڈیاں آپ بناتے ہیں، شاید اُس زمانے میں کس طرح کی بنتی تھیں۔ جس طرح کا کھانا ہم بناتے ہیں یہ کچھ اور ہے اُس زمانے میں کس طرح سے بنتا تھا۔ عہد نبوی ﷺ میں تو وہ آٹا چھاننے کے لئے وہ چھاننی بھی نہیں ملتی تھی تو خواتین جو ہیں بیبیاں جو ہیں وہ کسی چنگیر میں رکھ کر اس طرح اُسے کر کے پھونک دے کر بھوسی اڑا دیتی تھیں کچھ اُڑ گئی کچھ رہ گئی تو آجکل وہ مشینوں سے وہ نکلتا ہے میدہ الگ سوجی الگ آٹا الگ تو اب اُس میں کوئی جرم گناہ لازم نہیں آئے گا یہ جو وقت کے ساتھ چیزیں بدلتی ہیں یا عہد نبوی ﷺ میں اب سب سے اچھی سواری گھوڑا تھی اونٹ پر سواری فرماتے تھے گھوڑا اچھی سواری تھی تیز رفتار۔ گدھے پر نبی کریم ﷺ نے سواری فرمائی چونکہ عرب میں بہت اعلیٰ نسل کے گدھے ہوتے تھے اور بڑی لمبی سواری کے لئے باربرداری کے لئے استعمال ہوتے تھے حضور ﷺ نے بھی فرمائی۔ لیکن آج کی سواری موٹر کار ہے، ہوائی جہاز ہے، بس ہے ٹرین ہے تو اب کوئی اس کو لیکر بیٹھ جائے کہ نہیں یہ تو سواری صحیح نہیں ہے۔ ہمیں اُس زمانے کی طرح اب گھوڑے پہ امریکہ جانا ہے اور گھوڑے پہ یہاں سے لاہور جانا ہے تو یہ تو مشکل ہوگا۔ یہ چیزیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ اس طرح لباس کے معاملے میں سترِ عورت تو فرض ہے

کہ گھٹنوں سے لیکر ناف تک ڈھکا ہوا ہو تو اس میں نماز بھی ہو جاتی ہے۔ اگر مجبوری کی حالت میں کسی کے پاس لباس نہیں ہے تو مرد کا ستر عورت گھٹنوں سے لیکر ناف تک ہے اگر اتنا ٹکڑا لباس کا ہے تو اُس کے لئے درست ہے۔ اب اُس کے آگے وہ لباس پہنتا ہے تو وہ جتنا اچھا ہو صاف ستھرا ہو سستا کپڑا ہو لیکن صاف ستھرا ہو۔ نبی کریم ﷺ صفائی کو پسند فرماتے تھے بعض غریب صحابہ سے بھی آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ بھئی تم غریب ہو نیا نہیں خرید سکتے تو اس پرانے کو دھو تو سکتے ہو۔ اسے صاف تو رکھ سکتے ہو تو اسی طرح داڑھی کے معاملے میں حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو تنبیہ فرمائی کہ وہ بے تحاشا بے ترتیب اور بکھری ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھئی یہ اس طرح کا حلیہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اُسے تم ہاتھ منہ دھوتے ہوا سے صاف کر کے مناسب انداز سے رکھو۔ سنوار کے رکھو۔ تو یہ چیزیں جو ہیں ہماری اس عہد کی بدنصیبی یہ ہے کہ جو چیزیں ضروری اور فرض عین ہیں وہ چھوٹ گئی ہیں اور غیر اہم اور رواجات جو ہیں اُن پر ہم نے بہت زور لگا دیا ہے کہ سارا زور اب اُس پہ لگایا گیا ہے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے غزوۃ الہند کی بات فرمائی تو اس کا مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہند سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ ﷺ نے طلب علم میں چین تک جانے کا ارشاد فرمایا۔

اطلبوا العلم ولو کان بصین. او کماقال رسول اللہ ﷺ.

تو چین کے حالات سے بھی حضور ﷺ واقف تھے اور جانتے تھے کہ چینیوں کے پاس اُس عہد میں کوئی ٹیکنالوجی تھی۔ اب ہمارے یہ ہو گیا ہے کہ جو بندہ دین کی طرف جاتا ہے دین پڑھتا ہے تو اُس کے علوم جو ہیں دنیوی وہ بالکل ہی وہ ایسے سمجھتا ہے کہ یہ تو پڑھنا ہی حرام ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے تو تلقین فرمائی تاکید فرمائی کہ جدید علوم جو ہیں مروجہ علوم جو ہیں دنیا میں رہنے کے علوم جو ہیں وہ سیکھو خواہ اُس کے لئے چین جانا پڑے۔ اور مسلمانوں کا جتنا زمانہ اقتدار کا ہے پوری دنیا کو مسلمانوں نے فتح کیا تو وہ سارا زمانہ جو ہے وہ جدید ٹیکنالوجی کا عہد ہے اور بے شمار جو ٹیکنالوجی دنیا میں آئی ہیں اس کے موجد مسلمان ہیں۔ بحری بیڑے کے موجد مسلمان ہیں یہ توپ کے اور بارود کے موجد مسلمان ہیں۔ بے شمار مشینیں ایسی ہیں جو مسلمانوں نے ایجاد کیں۔ آگے اہل مغرب نے انہیں ڈیویلپ کیا اور اپنے نام کے ساتھ لگالیا یونیورسٹیاں اور ادارے مسلمانوں نے بنائے تاریخی اعتبار سے برطانیہ بھی مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اور آکسفورڈ یونیورسٹی کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی۔ یہ تاریخ ہے جو آج سامنے نہیں ہے۔ امریکہ کا سارا مغربی حصہ اور کینیڈا کا ہسپانیہ سے آکر مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اور وہاں تہذیب مسلمانوں نے سکھائی۔ اور آج بھی وہاں شہروں کے محلوں کے گلیوں کے نام عربی نام ملتے ہیں۔ بہت بڑا جو ہے وہاں صوبائی مرکز اور ایئر پورٹ ہے ''البکر کی'' عربی نام ہے اس طرح ابھی تک مکہ اور مدینہ سٹریٹس ملتی ہیں اُن میں اور اُن کے گھر جو ہیں آج بھی مغربی امریکہ میں آپ شمال مغربی امریکہ میں جائیں تو دیکھیں گے گاؤں کے گاؤں قدیم مسلمانوں کی طرز تعمیر پر ہیں اُسی طرح لکڑی کی چھتیں اور آگے چھجے بڑھے ہوئے ہیں اور پتھر کی دیواریں ہیں تو بالکل ایسے پتہ چلتا ہے جیسے کسی اسلامی گاؤں میں آگئے ہیں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ابھی تک چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں۔

اب ہم زیادہ غیر اہم چیزوں میں الجھ گئے ہیں اور جو اہم چیزیں ہیں وہ چھوڑ دی ہیں تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمہ جہت ہو۔ ہر شعبہ زندگی میں دسترس رکھتا ہو اور جہاں جو ضرورت پیش آئے وہاں وہ کام کرسکتا ہو۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العٰلمین

..........☆☆☆..........

تہذیبوں کا تقابل اور نتیجہ خیز عوامل

محمد شفیع اویسی

تہذیب مغرب کے اماموں اور مدار المہاموں نے مسٹر ہینگٹن اور پروفیسر سٹیفن گوہن جیسے بعض ''تھنک ٹینک'' کل پرزوں کے مستقبل قریب میں مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے تصادم (Clash of Civilizations) کے واویلا سے حواس باختہ ہوکر اپنے میڈیا کے ذریعے مغربی تہذیب کو چمکانے کی پرفریب ملمع کاری اور اسلامی تہذیب کو گہنانے کی دجل بافی کا سلسلہ جنوں تیز تر کردیا ہے لیکن دنیا میں کونسی تہذیب رشک بہار بن کر گلشن ہستی کو ثمر بار کرے گی اور کونسی تہذیب اپنا بھرم بھروسہ کھوکر اپنی موت آپ مرے گی' اس پر ان دونوں تہذیبوں کا ماضی اور حال شاید عادل ہے۔ ہر شے کی حقیقت ماحول و معاشرہ پر اپنے نیک و بداثرات سے پہچانی جاتی ہے ایک پھول اپنی خوئے دلربا' روئے خوشنما اور بوئے جانفزا سے ماحول کو معطر و مفرح بناتا ہے جبکہ غلیظ جوہڑ کا تعفن تکدر پھیلاتا ہے اول الذکر کی مثال تہذیب مشرقی ہے اور موخرالذکر کی مثال تہذیب مغرب ایک تہذیب گل عطر بیز ہے تو دوسری جوئے تعفن خیز۔

اس دعویٰ کی حقیقت کو جانچنے کیلئے ہم تہذیب مغرب کے ہی پروردہ پرداختہ ممتاز سکالروں' محققوں اور مورخوں کی اس موضوع پر لکھی ہوئی مستند و معتبر علمی و تحقیقی کتابوں کے لب لباب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو حسب ذیل صورتحال سامنے آتی ہے۔

برطانیہ کے عالمی شہرت یافتہ فلسفی' سکالر اور ریاضی دان برٹینڈ رسل یورپ کی تاریخ میں چھٹی سے لیکر دسویں صدی عیسوی تک کے زمانہ کو یورپ کی ذہنی تاریکی' وحشت' تہذیب و تمدن کا ''تاریک دور'' (Dark Ages) قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ٹھیک اسی زمانہ میں ہندوستان سے اسپین تک اسلام کی عالیشان تہذیب ظہور میں آچکی تھی''۔ وہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں ''عربوں (مسلمانوں) کے دور میں سائنس دو خصوصی پہلو رکھتی تھی (1) ہم کو اس قابل بنایا کہ ہم چیزوں کو جانیں' (2) ہم کو اس قابل بنایا کہ ہم چیزوں کو کریں۔ (دی امپیکٹ آف سائنس آن سوسائٹی) وہ اپنی ایک اور کتاب ''وائی آئی ایم ناٹ اے کرسچین میں. صلیبی پیشواؤں کو اسلام کے خلاف تعصب و تنگ نظری کی بجائے صدق بیانی و حقیقت شعاری کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک عظیم الشان اور فقید المثال مذہبی رہنما تھے' وہ ایک ایسے دین کے رہنما تھے جو بردباری' مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر کھڑا ہے"۔

ایک اور ممتاز مغربی سکالر اور مستشرق ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ "مسلمانوں نے کم از کم 200 سال تک اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ مذہبی معاملات میں جس رواداری کا ثبوت دیا' اسکی مثال یورپ کے دیگر ممالک پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ "ممتاز مورخ ڈاکٹر فلپ ہٹی" ہسٹری آف دی عربس میں لکھتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں کسی بھی قوم نے انسانی ترقی میں اتنا حصہ ادا نہیں کیا' جتنا کہ عربوں اور عربی زبان بولنے والوں نے۔ ''بریفالٹ'' میکنگ آف ہیومینٹی میں لکھتے ہیں کہ ہماری سائنس پر عربوں کا صرف یہی احسان نہیں ہے کہ انہوں نے ہمیں انقلابی نظریات کی بابت حیرت انگیز دریافتیں عطا کیں' بلکہ سائنس اس سے بھی زیادہ عرب تہذیب کی احسان مند ہے۔ جس کے بغیر جدید سائنس کا وجود ہی نہ ہوتا۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا بابت 1984ء میں مذکور ہے کہ ''ایک لاکھ کتابوں پر

مشتمل وہ بنیادی لٹریچر، جس نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ پیدا کی، اس کا بڑا حصہ مسلم لائبریریوں کی عربی کتابوں کے تراجم سے حاصل کیا گیا۔

''مورخ آرنلڈ ٹوائن بی'، سویلائزیشن آف ٹرائل میں رقم طراز ہیں کہ ''مغربی سماج کیلئے دو کھلے خطرات ہیں، ایک نفسیاتی اور ایک مادی، جو بالترتیب نسلی امتیاز اور شراب نوشی ہیں، جن کو ختم کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کا نظام اختیار کر لیا جائے، جو اسلام کا عظیم اخلاقی وسماجی کارنامہ ہے۔''

کسی بھی مثالی ملک ومعاشرہ کی اولین ترجیح وہاں کے لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کے موثر تحفظ کا ماحول ہے ایسے پرامن اور بے خطر ماحول کے قیام کیلئے بے لچک، بے لاگ، اور بے لوث نظام عدل وانصاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وصف سے متصف ممالک ومعاشرے، امن وعافیت کی نعمت سے محروم دوسرے معاشروں کیلئے باعث کشش اور لائق رشک بن جاتے ہیں، اسلام کا نظام عدل وانصاف تعمیر معاشرت کی اس خشت اول کا عملی نمونہ فراہم کرتا ہے جس کی ماضی قریب میں مثال افغانستان میں طالبان کا دور، اور حالیہ مثال سعودی عرب ہے مغربی میڈیا کے نمائندوں نے طالبان کے افغانستان کا مطالعاتی دورہ کرنے کے بعد اپنے متعلقہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بڑے واشگاف انداز میں یہ اعتراف وانکشاف کیا کہ'' طالبان کے زیر کنٹرول افغانستان کا تقریباً 95 فیصد علاقہ عدل وامن کا مثالی نمونہ ہے، جہاں جرائم کی شرح صفر ہے، وہاں ہر شعبہ زندگی میں آقا وغلام، گورے وکالے اور امیر وغریب، سب کیلئے اسلامی مساوات اور سادگی کا دور دورہ ہے۔ ہر فیصلہ اسلامی احکام کے مطابق بروقت اور منصفانہ ہوتا ہے، اور کسی عدالت میں کوئی مقدمہ زیر التوا نہیں، اسلامی حکومت عوام کے مکمل تحفظ کی ضامن ہے، لہذا وہاں کسی کے پاس کوئی اسلحہ نہیں،'' ظاہر ہے کہ یہ تہذیب وتمدن دنیا بھر کے انسانی معاشروں کیلئے قابل رشک ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرہ میں نظام معیشت وکفالت کی ترویج سے عوام کیلئے علاج معالجہ، تعلیم اور انصاف کی فراہمی، بے روزگاروں کیلئے بے روزگاری الاؤنس، اور یتیموں اور بیواؤں کیلئے وظیفے مقرر کئے جاتے ہیں۔ جس کی حالیہ مثال سعودی عرب ہے، اس ضمن میں جاسوسی کے الزام میں طالبان کی قید سے رہائی کے بعد افغانستان میں نافذ اسلامی احکام وقوانین کی برکات دنیا کے سامنے پیش کرنے کو اپنی زندگی کا مشن بنانے والی برطانوی خاتون ایوان ریڈلی کے مشاہدات وتاثرات بھی قابل ذکر ہیں۔ تہذیبوں کے تقابلی موازنہ اور فروغ صلاحیت کے سلسلہ میں اسلام کی سبقت وافادیت اور دلپذیری وہر دلعزیزی اس سے بھی عیاں ہے کہ اسلام دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ کیونکہ اسلام سراپا خیر اور سلامتی کا دین ہے اور خیر میں برکت اور تیزی سے بڑھنے اور پھیلنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ زمانہ ماضی وحال میں اسلام کے فروغ وپذیرائی کا یہی سبب ہے۔ اکیسویں صدی کے آخری عشروں میں مسلمان آبادی کے لحاظ سے عیسائیوں، ہندوؤں اور چینیوں تینوں سے آگے نکل جائیں گے۔ امریکہ کے ایک آزاد تحقیقاتی ادارے کے مطابق 2020ء تک روئے زمین پر آباد نفوس میں ایک تہائی مسلمان ہوں گے۔ اس کے برعکس مغربی میں گوری قوم کی کل آبادی پوری دنیا کا صرف پانچ فیصد رہ گئی ہے جو یہودی اور پارسی اقوام کی طرح تیزی سے مٹ رہے ہیں۔ زمانہ حال میں غیر مسلموں میں اسلام کی برضا ورغبت قبولیت واشاعت سے اغیار کے ماضی میں اسلام کے بزور تلوار پھیلنے کے بے بنیاد ومعاندانہ پروپیگنڈہ کی بھی قلعی کھل جاتی ہے کہ مغرب میں صلیبی وصیہونی حلقوں کے شدید دباؤ اور میڈیا کے عیارانہ حیلوں وحربوں کے باوجود اسلام غیر مسلموں میں فروغ وپذیرائی پا رہا ہے۔

مغربی طاقتوں نے باقی دنیا کو اپنی مادر پدر آزاد اور بے لگام تہذیب کا صید زبوں بنانے کیلئے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کا جو وسیع دام ہمرنگ زمین بچھا رکھا ہے، اس میں خود مغربی معاشرے میں بھی بری طرح پھنس اور الجھ چکے ہیں، اس صورتحال کی سنگینی پر خود مغربی ذرائع ابلاغ شاہد ناطق ہیں۔ پچھلے دنوں بی بی سی کے ایک جائزے میں یہ بتایا جا رہا تھا کہ خصوصاً مغربی الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پھیلائی جانے والی عریانی، فحاشی اور

جنسی بے راہ روی کی یلغار کے اثرات ومضمرات کو امریکی ایٹمی جنگ کی سی تشویشناک صورتحال سے تعبیر کر رہے ہیں کیونکہ نوجوان نسل اور چھوٹے بچے اس سے خطرناک حد تک متاثر ہو رہے ہیں۔ جدید دور کی ٹیکنالوجی نے آزادی اظہار و بیان کو جو نئے مفہوم دیے ہیں لوگ ان پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں' گورے اپنے بچوں کو اس گھمبیر صورتحال سے نکالنے کے لئے اچھائی اور بُرائی کی پہچان کے اخلاقی درس دے رہے ہیں۔ جرائم کی یہ صورتحال ہے کہ صرف نیویارک میں ہر پانچ منٹ بعد ایک عورت سے گینگ ریپ کی واردات کی رپورٹ درج ہوتی ہے۔ خاندانی نظام چین وسکون کا گہوارہ اور قدرت کا عظیم عطیہ ہے لیکن نئی تہذیبی یلغار سے مغربی معاشرہ میں اخلاقی اقدار کی پامالی اور اس کے نتیجہ میں خاندانی نظام کی زبوں حالی کوئی معمولی المیہ نہیں' جس کے جراثیم مغربی دنیا کے علاوہ مغربی میڈیا کے توسط سے باقی دنیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں دنیا کو تیزی سے اپنے ہلاکت خیز پنجوں میں جکڑنے والا عفریت ایڈز بھی جنسی بے راہ روی اور فحاشی سے ہی پھیلتا ہے اور لوگوں کی فکری' نفسانی' ہوسانی اور جنسی آزادی کی علمبردار' تہذیب'' کے دہکتے الاؤ میں جھونکنے والے مغربی ملکوں کے اساطین اب ایڈز کے مہلک روگ کے عذاب سے لرزاں و ترساں اپنے لوگوں کو فحاشی اور مادر پدر آزادی کے چلن سے تائب ہو کر پرہیز گاری اختیار کرنے کے مشورے دے رہے ہیں۔ جس پر ایک مشہور فارسی شعر کا یہ مفہوم صادق آتا ہے کہ ''وہ میری کشتی بیچ منجدھار کے باندھ کر اب مجھے ہوشیار رہنے کے ''مشفقانہ'' مشورے دے رہے ہیں''۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جو تہذیب خود اپنے گھر میں ہی اخلاقی اقدار کیلئے طوق گلوفشار' گوناں گوں مسائل ورذائل کی ذمہ دار' اور اب اپنے ہی لوگوں کی ملامت ومذمت کی شکار بنی ہوئی ہے وہ دریا غیر میں کیا قدم جمائے گی اور کیا پذیرائی پائے گی؟ آفاقی واخلاقی اقدار زوال ناآشنا ہوتے ہیں' ماضی کی درخشندہ وتابندہ قدریں' مستقبل کی بھی زندہ و پائندہ قدریں ہیں' لہٰذا مستقبل میں صلیبی وصیہونی اساطین کی بیرونی دنیا میں اپنی بے لگام اور بے نیل ومرام تہذیب کو غالب اور بامراد دیکھنے کے خواب پریشان ہونے اور اس تہذیب کا گراف بتدریج گرنے کے غالب امکانات ہیں۔ مغربی دنیا کے بے لوث اور بے لاگ سکالرز اور دانشور مغرب کے تفوق کے تناظر میں اسلام کی اثر پذیر قوت ریاست اور معاشرہ میں دیگر مذاہب کی نسبت زیادہ پیوست اور ممیّز ہونے اور جارحانہ مغربیت کے اثر ورسوخ سے محفوظ رکھنے کا کریڈٹ دیتے ہیں اور اسلام کی ریاستی ومعاشرتی امور میں یہ پیوستگی اور ارتباط اسلام کے تمدنی اصولوں' قواعد اور ضابطوں کا مرہون احسان گردانتے ہیں دنیا میں تہذیب مغرب کے فروغ یا زوال کا مزید دارومدار مغربی ممالک اور خصوصاً ان کے سرخیل امریکہ کے ترقی پذیر اور پس ماندہ ممالک کے ساتھ سلوک کی نوعیت اور عالمی سطح پر ان کے اچھے یا بُرے کردار پر منحصر ہے' جو ساری دنیا پر بدرجہ اتم عیاں ہے۔ ان حالات وحقائق کے تناظر میں اغلب امکان یہی ہے کہ مغرب کے بعد اب باقی دنیا میں بھی اپنے ڈریکولائی اور گرگسی پنجے گاڑنے والی مغربی تہذیب' اسلامی تہذیب کے ساتھ کسی کڑے اور بڑے تصادم کے بغیر ہی دریا غیر کے علاوہ خود اپنی سر زمین میں بھی دفن ہو جائے گی اور مغرب میں اسلام کی اشاعت ومقبولیت کے فروغ پذیر اور روز افزوں رجحان ومیلان سے بھی یہ امکان روشن ہو رہے ہیں کہ عالم انسانیت پر دین فطرت اور اسلامی تہذیب کی بہاریں بار دگر جلوہ فگن اور ضوفشاں ہوں گی اور یہ صورت حال بھی ان وجوہات میں شامل ہے جو اسلام دشمن طاقتوں کو ہلکان کئے ہوئے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں اوچھے ہتھکنڈوں اور کمینی حرکتوں پر اُتر آئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

فیصل آباد کے ساتھی فیاض ملک کے بہنوئی انتقال فرما گئے ہیں۔
سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد خلیل الرحمان اعوان اسلام آباد کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

ایمان و اسلام کیا الگ شے ہیں؟

اسلام اور ایمان اصطلاح شریعت میں ایک ہی شے ہے کہ اسلام سے مراد تسلیم کر کے تصدیق قلبی تک یعنی اعمال میں اتباع سے شروع ہو کر تصدیق قلبی تک جانا مراد ہے جبکہ ایمان میں تصدیق قلبی حاصل کر کے اتباع اختیار کرنا ہے دونوں ایک ہی شے ہیں مگر لغت کے اعتبار سے معانی الگ ہیں جیسے منافقین بظاہر اطاعت کرتے تھے دل میں ایمان نہ تھا مسلمان تو کہلاتے تھے مگر علم الٰہی میں مومن نہ تھے اور مومن کون لوگ ہیں ان کی صفات یہ ہیں کہ انہوں نے جب اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان قبول کر لیا تو زندگی بھر کبھی اس میں شک نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اس پر جم گئے اور اپنی جان کو اپنا سمجھا نہ مال کو اپنا جانا بلکہ جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ایسے لوگ کھرے ہیں اپنے ایمان میں مگر تم کہ فائدہ اٹھانے کے لئے اطاعت کا دعویٰ رکھتے اور اللہ کی راہ میں کچھ دینے کے لئے تیار نہیں نہ جہاد کا نام لینے کے لئے تیار ہو اپنے دعوے میں کھرے نہیں ہو۔ یہ کیسا دین ہے جو تم اللہ کریم کو بتانا چاہ رہے ہو کہ ہم بڑے پارسا ہیں کہ ایسا دین اس نے تو نہیں اتارا اور تم کوئی نئی بات بتانے کی دوسری گستاخی نہ کرو کہ اللہ آسمانوں اور زمین کی سب باتوں کو جانتا ہے اور وہ ہر شے سے باخبر ہے یہ بے وقوف گویا اپنے مسلمان ہونے کا آپؐ پر احسان دھرتے ہیں۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ مجھ پہ احسان نہ کرو کہ تمہارے مسلمان ہونے سے تمہارا فائدہ ہے اور اگر نہ ہو گے تو خود تباہ ہو جاؤ گے بلکہ اگر تم اپنے دعوے اسلام میں۔ سچے ہو اور تم نے دل سے ایمان قبول کر لیا ہے تو یہ تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور یاد رکھو اللہ آسمانوں اور زمینوں کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہے لہذا جو تمہارے دل میں ہے وہ اللہ کریم کو خوب خبر ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اسے بھی اللہ دیکھ رہا ہے۔

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

There are no conditions in love, nor is it linked with the comfort or distress of the way. Love has only its objective in sight. Each obstacle increases its pace and every difficulty enhances its determination. Love is a force that grants strength to the weak, elevates the down-trodden and grants them determination to overcome every hurdle of the way. The flame of the love of the holy Prophet[-SAWS] is so pleasurable that the burning person doesn't burn alone, but takes along many to burn with him.

Each one of us presumes that when he passes away, everything will come to a standstill. But in actual fact nothing stops. A day comes when we are actually not here and nothing has stopped. Everyone, from kings and rulers to poor and beggars passed away, and there has never been any break in any system or arrangement. Similarly, nothing will stop when we pass away; the wrong notion that the whole system will cease in our absence remains deeply embedded in our subconscious throughout our lives. It is necessary to work, because the Master has commanded us to strive for Rizq. It is an 'Ibadah (worship), but to get lost in this effort is no 'Ibadah. Each Fardh has its relative importance which is related to time and situation. If a person says, 'why should I offer Salah, when I am busy in earning Rizq, which is also worship, he is totally wrong! Every Fardh is mandatory at its appointed time. Salah is worship at the time of Salah; work is worship at the time of work and rest is worship at the time of rest. Under certain circumstances, it is worship to sacrifice life, while under other circumstances it is worship to take life. Obedience is the goal! Obedience of every Commandment under its prescribed conditions is worship! This whole effort in life becomes most pleasurable when a person is also endowed with spiritual blessings and sublime feelings of the Qalb.

It is indeed a great favour of Almighty **Allah** that he has joined us with people who remember Him; His Name is imprinted on their bosoms and their Quloob (hearts) are lit with His Light. Make best use of this time and concentrate fully on your aim. His grant is thousand times more than the effort of a person, and He doesn't deprive any one. But, our own begging-bag must also be worthy of His Grant. What will a shredded bag retain of an abounding grant? May **Allah** grant us the capacity! Consider every moment as precious and strive with utmost sincerity. May **Allah** accept everyone's effort and shower His Mercy on all present as well as absent. A believer lives simultaneously in this world as well as in the next, and this is a very great responsibility!

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ ...... لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سہیل صدیقی کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ...... لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ساجد کے چچا محمد اعظم انتقال فرما گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

him, and it was only after their Shaikh's satisfaction and permission that he entered practical life. In our time however, when we were young, the religious scholars started considering this practice as redundant; now they have started issuing decrees that it is against religion and is a Bid'ah. But, what has caused so much of difference? This is the effect of time! As a matter of fact, the people before us, who were closer to the time of the holy Prophet-SAWS, were correct. The time-lapse has weakened our courage, undermined our determination and diminished our resolve that could traverse the centuries.

A time will certainly come for interrogation in the grave. The holy Prophet-SAWS has said that the angel will ask, 'Who is your Rabb, who is your Prophet and what is your religion?' one comes across astounding incidents of the Companions and the Aulia. I was reading the incident of a slave of **Allah** who was asked these questions. In reply, he asked the angels, "Where have you come from?" They said, "We have come from the heavens". He said, "You have come all the way down from the heavens to earth and still remember who is your Rabb, who is your Prophet and what is your religion. I have come down only five feet under the ground and you think I have forgotten it that you have come to ask and test me?" There exist God's men of all kinds and colours. After their last question, the angles signal and the earth opens up to the presence of the holy Prophet-SAWS and they ask, "What did you say about this personality?" The unfortunate one says, "Alas! Alas! I can't see anything, I don't know anything." He is the one, who doesn't establish any connection during his lifetime, considers obedience unimportant and doesn't care about the greatness of the holy Prophet-SAWS. But the person who had been blessed feels overjoyed to see the countenance of the holy Prophet-SAWS. He becomes happy beyond measure and says, "He is our leader and master, Muhammad-SAWS the Messenger of **Allah**, sent with the Truth, a giver of glad tidings and a warner, inviting to **Allah** with His leave, and a bright lamp." "You ask about him! Is there any ill-fated person who doesn't know him?"

The word 'Urs' means marriage and 'Uroos' means bride. When some Wali dies, people celebrate 'Urs'. Marriage denotes an occasion of extreme happiness; how does death become an 'Urs'? It is because when he sees the countenance of the holy Prophet-SAWS in the grave, his death turns into an 'Urs'. But, actually, the person blessed with the faculty to look through the centuries and observe Prophetic grace here, must be experiencing the real pleasure, and it is he, who would enjoy observation of the holy Prophet-SAWS in the grave. The other day, an elder member of the Order was complaining, "When I enter the Prophetic Court, I can see his-SAWS blessed hands only, I wish I could see his countenance as well." I said, "Do you think, it is an ordinary achievement, during the present time, to be able to observe his-SAWS blessed hands? You are already curved by old age, so don't worry; the time is not very far, may be a couple of years hence, when they will open the door and ask you about him-SAWS. There you can observe him-SAWS to your heart's satisfaction."

This time-lapse of centuries has led us away even from apparent adherence to the holy Prophet-SAWS; and in our time, verdicts are being issued and movements are being launched against this aspect which is actually the quintessence of life, the reality of Faith and its apex. However, the real pleasure lies in overcoming these obstacles. Love doesn't seek comforts; its only objective is to reach the beloved.

and after changing how many hands it reaches the person who eats it? Only He knows it! It is a Divine system and is absolutely flawless. A speck of dust transforms into a blade of grass, which is grazed by an animal, whose meat reaches a man. Basically these are the dust particles which are forming parts of his body. Some people get milk, some make butter, but the animal had eaten only grass which was produced from dust by **Allah**, and in the mechanism of animal's body, He gave it the shape of milk. He has devised this as a perfect system, where nothing can ever go wrong. Only that happens, which has already decided by Him. If there was even the smallest flaw and each departing soul had left only one unconsumed grain of their providence here, there would have been more grain than human beings in this world. On the other hand, if every soul had consumed only one extra grain, the coming generations would have starved to death. We think it is us who have achieved this excellence or done that wonderful action. No! Everything is running according to its pre-ordained system.

Allah has given us intelligence, understanding, hands and feet, and we are responsible to make effort to earn Rizq-e Halal (lawful livelihood). This effort to generate a lawful source of income is mandatory just like Salah, Saum, Hajj and Zakat; it is included in the mandatory worships. Now, even the government has printed a phrase on the currency notes: 'Earning lawful income is worship'. Our effort is our worship, but we get only that which He has pre-ordained; that is His Grant. Rizq is given to even those who make no effort. Those who do nothing may be enjoying life better than those who strive. But, the difference of enjoying life for free and making effort for lawful earning will be known at the time of Final Accountability. Making effort for lawful earning is worship, for which He grant Rizq as well as reward. The holy Prophet-SAWS has said, 'Whatever a man spends of his lawful earnings on his wife, children and his family is regarded as Sadqah (noble, charitable spending)'. It was submitted to him, 'O the Messenger of **Allah**! It is his duty to spend on his parents, wife and family, so how that spending is regarded as Sadqah?' He-SAWS replied, 'It is his duty; and proper discharge of duty is worship, so it is also worship and Sadqah'. The effort we make, within the parameters of Shari'ah for lawful earning, is worship; the decision to grant less or more income for that effort is His! We are like the farmer who sows the seed, irrigates and guards his field; but the crop yield is not in his control; it is in the control of the Master. Similarly, it is He, Who grants the reward for an effort. Rizq is also of two types: we understand the Rizq for our physical self, and if Allah grants the ability, one can realize the Rizq for the Ruh also.

Time diffuses relationships and separates friends. Shaikh ul Mukarram used to recite a couplet of an Arab poet that said, 'We were like a loving pair of pigeons. We built a nest and lived happily together, enjoying every moment of our youth. Then time walked in between us and separated us. Indeed time separates friends!' Centuries have come between the holy Prophet-SAWS and us. It requires immense courage, great determination, and colossal effort to rewind time and go to him-SAWS; it is not easy! The life history of all religious scholars, prior to our time, that I have read, mentions a common event, that when they completed their education they went to an accomplished Shaikh, spent some time in his company, acquired blessings from him and then commenced their religious activity. Read the life-sketch of any religious scholar. You will invariably find that after completing his education at a religious school, he went to a Wali **Allah**; learnt **Allah**'s Zikr from

The Prophetic Blessings

Translated Speech of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

October 2006

Human life depends upon Prophetic blessings for its existence and development. God forbid, if a person is not blessed with the True Faith, he becomes a walking grave; only that his breath is running and the heart is beating. A poet once said, 'Their bodies are graves, in advance of the grave'. It means that the bodies of people, who have no prophetic blessings in them, are like the graves of their Ruh. They possess animal life and only their bodies are alive. But then, animal life has been granted to other living beings also. The other disadvantage is that, without the Light of Faith, he gets no opportunity to obey Almighty **Allah**. He doesn't believe in **Allah**, His Messenger-SAWS and His Book. So, even if he, per chance, does something that is apparently in accordance with **Allah**'s Commands, it is actually not for the sake of His obedience, but is stirred by some worldly motive and requirement. If the Kuffar do some noble act, its reward is repaid in this world, because they do it for worldly considerations. Faith is the foundation of life. Its presence animates Ruh, enhances spiritual vision to observe facts of the next world, grants realization of Divine Greatness and strengthens the relationship with the holy Prophet-SAWS. If a person possesses even an iota of the Faith, he realizes his errors and keeps regretting them; and when his heart-felt sorrow is accepted (by **Allah**) he gets an opportunity to repent and reform.

Prophetic blessings are of two types. First is the knowledge encompassing beliefs, criterion of right and wrong, and a complete code of life given by the holy Prophet-SAWS. Second are the blessings that descend on the Qalb and direct a person's life on the pattern defined by him-SAWS. If a lucky person gets these blessings, he starts tasting the real life. It should however, be remembered that all matters finally return to the Prophetic saying, 'deeds are judged by the intentions'. All deeds depend on their driving motives. It is because man has been given a single choice only: which way does he want to go; does he want to remain grateful or ungrateful? He has no power over anything else. Each grain of food, each drop of water and each breath of air is pre-destined. No one can usurp even the smallest portion of anybody else's provisions. 'Know for sure that a soul cannot die unless it has fully consumed its Rizq (pre-ordained provisions)'. If a person leaves behind a legacy worth billions, it wasn't actually his share. It is the share of those who would now consume it; he was only accumulating it for them. His portion was only that which he had consumed here or despatched for his next life. The holy Prophet-SAWS has said that a man's Rizq is of two types; one that he has used and consumed, and the second that he has sent forward for his next life; remaining is not his but that of his heirs. He will eat only that is pre-destined. It is a very controlled Divine system. A grain doesn't become a grain by itself. Almighty **Allah** grows it from the earth. How many elements in the soil combine to form a grain, rice or fruit! Where does that grain or fruit grow and ripen, where is it sold